ایچ اقبال کی فریدی سیریز ۲

احمق اعظم عمران، ناصری گریٹ، پروفیسر ڈارک

کا خوفناک سائے، کے بعد دوسرا






# ڈاکٹر فیڈو

مصنف: ایچ اقبال

قیمت دو روپے

خط وکتابت کا پتہ

رازبکڈپو، چتلی قبر، دھلی ۶

- اس ناول کے تمام واقعات، مقامات اور کردار قطعی فرضی ہیں، مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔



- پرنٹر، پبلشر، ایڈیٹر، انیس دہلوی نے، یونین پرنٹنگ پریس دہلی سے طبع کرا کر، راز بک ڈپو، چیتلی قبر دہلی ۶ سے شائع کیا۔

●

ایک لمحے کے لیے اس کا دماغ چکرا گیا۔

اگر اس رفتار سے دوڑتی ہوئی کار اتفاق سے دوسری طرف فٹ پاتھ سے ٹکرا جاتی تو شاید ٹو سیٹر اور عمران کے ٹکڑے بھی دستیاب نہیں ہو سکتے تھے عمران کی انتہائی کوششوں نے اسے ٹکرانے سے اب تک بچا رکھا تھا۔

لیکن وہ دھماکہ — خدا کی پناہ — دور دور تک اس کی صدائے بازگشت سنائی دی تھی۔ اور پھر چاروں طرف چیخ و پکار کی صدائیں دی تھیں اس کے ساتھ ہی قرب و جوار کی عمارتیں بھی روشن ہو گئیں۔ شاید عمارتوں کے مکین یہی سمجھے تھے کہ کسی جنگ باز ملک نے اُن کے ملک پر حملہ کر دیا ہے۔ سوتے سوتے بچے دہشت سے چیخ پڑے، اور ماحول بے حد خوفناک ہو گیا۔۔

یہ دوسری مصیبت تھی، قاعدے کے مطابق عمران کو یہاں سے بھاگ جانا چاہئے تھا ورنہ وہ زبردست آفت میں پھنس سکتا تھا، اس نے اپنے حواس درست کئے اور ٹو سیٹر کو ریورس گیر میں ڈال دیا۔ اس کے دل میں صرف ایک خواہش تھی کاش انجن پر کوئی ضرب نہ آئی ہو، اگر انجن کا کوئی پرزہ ٹوٹ پھوٹ گیا تو پھر بچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ لیکن ٹو سیٹر کا انجن جاگ رہا تھا۔ ٹو سیٹر پیچھے ہٹی۔ عمران نے اسے تیزی سے سیدھا کیا اور پھر تیزی سے اُسے انتہائی تیز رفتاری سے چھوڑ دیا۔ وہ دور تک اپنے پیچھے شور و غل کی آوا

سنتا رہا۔ اس کا ذہن صرف اس حد تک قابو میں آیا تھا کہ اس نے وہاں سے بھاگنے کی بات سوچ لی تھی۔ اسٹیرنگ پر اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ اور ٹو سیٹر کو سنبھالنا اس کے لئے مشکل ہو رہا تھا۔ بہر صورت وہ کسی نہ کسی طرح ڈرائیونگ کرتا رہا اور کسی نہ کسی طرح فلیٹ تک پہنچ گیا۔ ٹو سیٹر گیراج میں بند کی اور سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر آ گیا۔

گھنٹی بجانے پر سلیمان نے دروازہ کھول دیا اور وہ بغیر کچھ کہے سنے اندر گھستا چلا گیا۔ پھر آدھے گھنٹے تک شاور کے نیچے بیٹھے رہنے کے بعد ہی اس کے اوسان بحال ہوئے۔ سر میں جو چوٹ لگی تھی وہ دکھ رہی تھی، اس کے علاوہ زبان بھی زخمی تھی — وہ ایک صوفے پر دراز ہو گیا۔ اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

اسی وقت سلیمان کمرے میں داخل ہوا۔ عمران آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگے۔

"یہ آنے کا وقت ہے؟" سلیمان نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"بھاگ جاؤ!" عمران ہاتھ اٹھا کر غرایا اور سلیمان چونک کر اسے دیکھنے لگا، دوسرے لمحے کان دبا کر وہ باہر نکل آیا۔ یہ غراہٹ اسے بہت خطرناک معلوم ہوئی تھی۔ شاذ و نادر ہی ایسے موقع آتے تھے جب سلیمان نے عمران کا یہ لہجہ سنا ہو گا اس کا جسم کپکپانے لگا، عمران نے پھر سے آنکھیں بند کر لیں۔ چند منٹ وہ اسی طرح پڑا ہوا ذہن کو سکون دیتا رہا۔

اور پھر اس کا ذہن جاگ گیا۔ اور وہ تمام واقعات پر غور کرنے لگا۔ یہ چپٹی ناک والا کون ہے اور کیا کر رہا ہے شبہ تو عمران کو اسی وقت ہو گیا تھا جب پہلی بار اس نے پروفیسر اور اس کی لڑکی سے ملاقات کی تھی۔ اسکا یہ اندازہ ہوا تھا

کہ وہ دونوں ہپناٹیزم کے زیر اثر ہیں اور پھر اسی دن سے چپٹی ناک والے نے ملازم بن کر ان کی گفتگو سننے کی کوشش کی تھی لیکن یہ اندازہ عمران نہیں کر سکا تھا کہ وہ شخص اتنا خطرناک ہے۔

اور پھر اس کے ہپناٹیزم کرنے کا طریقہ بھی مختلف تھا۔ یقیناً وہ زبردست قوتوں کا مالک تھا۔ کار سی رفتار کے ساتھ دوڑتے ہوئے آدمی جہنم کی طرح پھٹ جاتے تھے۔

خوفناک گوریلا جس کا وجود حیرت انگیز تھا۔ چڑیا گھر سے چرایا ہوا گوریلے کا یہ بچہ اس مختصر سے عرصہ میں قد و قامت گوریلا بن گیا تھا۔

یہ تمام باتیں ایک ذہن سے منسلک معلوم ہوتی تھیں۔ یقیناً یہ ایک چکر ہے اور اس کا کرتا دھرتا وہی چپٹی ناک والا خطرناک آدمی ہے۔ وہ عمران کے سامنے تھا جس نے پورے شہر میں سنسنی پھیلا دی تھی: جو یہاں مجرمانہ کارروائیاں کر رہا تھا لیکن عمران ابھی اس کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہاں دھونس اور دھڑلے سے بھی کام نہیں چل سکتا تھا۔ کیونکہ مقابل بھی کم خطرناک نہیں تھا۔

پھر اب کیا کرنا چاہیئے؟ ایک بار پھر اس کا ذہن ناہر کی طرف گیا۔ اتفاقات اب تک اس کے گرد عجیب تانا بانا بن رہے تھے۔ ناہر سے کوشش کے باوجود ملاقات نہیں ہو سکی تھی نہ ہی ناہر کی طرف سے ملاقات کی کوشش کی گئی تھی.....

اس کی وجہ عمران کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ نجانے وہ کس خیال کے تحت اٹھ کر فون کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے بنارونگ کا ٹیج کے نمبر ڈائل کئے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ فون ریسیو کرنے والا بھی ناہر ہی تھا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم سے ملاقات تو ہوئی۔"

"کون — عمران صاحب"

"خادم ہی ہے۔"

"میں خود بھی آپ سے ملنے کے لئے بے چین تھا۔ لیکن یقین کریں کہ کچھ ایسی مصروفیات میں پھنسا ہوا ہوں کہ چند منٹ کے لیے بھی وقت نہیں نکال سکا" ناصر نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔

"حالانکہ میں تمہارے خسر بیچہ پرگورلیے کی تعزیت کے لیے بھی گیا تھا۔ مرحوم کو دیکھا بھی تھا۔ بڑی اچھی شخصیت کے مالک تھے، لیکن وہاں پروفیسر سے ملاقات ہو سکی تھی۔"

"ہاں - انکل نے مجھے بتایا تھا۔" ناصر نے جواب دیا۔

"بہرحال آج اس وقت تک اسی لیے جاگتا رہا تھا کہ اتنی رات گئے تو ضرور ملاقات ہو جائے گی۔ کیا تم نے کہیں عشق شروع کر دیا ہے۔"

"عشق!۔ کیوں۔" ناصر کی آواز آئی۔

"سنا ہے کہ عشاق رات بھر جاگ کر تارے گنتے ہیں۔"

"اس وقت آسمان پر ایک بھی تارا نہیں ہے عمران صاحب!"

"تو پھر کیا کر رہے تھے۔؟"

"لیبارٹری میں مصروف ہوں۔"

"مجھے یقین ہے کہ تم مصروف ہو گے، بہر صورت کل ملاقات ہو سکے گی"

"تو ابھی وقت تشریف لے آیئے۔"

"تشریف چھٹی پر ہے، اور میں نے آنے کے قابل نہیں ہوں۔ اس لئے اب کل ہی ملاقات ہو سکے گی۔"

"او کے۔ میں انتظار کروں گا۔" ناصر نے کہا۔ اور "خدا حافظ" کہہ کر فون بند کر دیا۔ اس سے زیادہ فون پر لمبی گفتگو نہیں کی جا سکتی تھی۔

حالات ایسے ہی تھے۔ پہلے بھی عمران کو شبہ ہوا تھا کہ اُس کے فلیٹ کی نگرانی کی جا رہی ہے اور اب تو اسے یقین ہو گیا تھا کہ فلیٹ کی نگرانی کی جا رہی ہے ورنہ اُن لوگوں کو اُس کے پروگرام کی خبر ہرگز نہیں ہو سکتی تھی۔ ممکن ہے کہ اس کا فون بھی ٹیپ کیا جا رہا ہو۔ اور اس کا یہ خیال غلط نہیں تھا۔ ناصر اپنی راتیں لیبارٹری میں گزار رہا تھا۔ یقیناً وہ اس سلسلے میں، کافی دور پہنچ گیا تھا۔ لیکن کیا پروفیسر عابد اور چپٹی ناک والا اُس کی نگاہوں میں آ چکے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عمران ناصر کے لئے بہت سی اطلاعات فراہم کر سکتا تھا۔ وہ سوچتا رہا۔

اسی وقت دروازے پر آہٹ ہوئی اور عمران چونک کر اس طرف دیکھنے لگا۔ سلیمان اندر داخل ہو رہا تھا۔ اُس کے ہاتھوں پر ٹرے تھی جس میں کافی کے برتن سجے ہوئے تھے۔ اس نے کافی کی ٹرے میز پر رکھ دی اور کافی بنانے لگا۔

عمران اس حرکت پر دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔ ویسے یہ حقیقت تھی کہ اسوقت عمران کو کافی کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی لیکن چونکہ رات کافی گزر چکی تھی اور سلیمان نے بگڑے ہوئے موڈ کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس لیے اس نے صبر کر لیا تھا۔ لیکن سلیمان اس کی رگ رگ سے واقف تھا۔

"شکریہ" عمران نے کہا اور کافی اُٹھالی۔ سلیمان وہیں کھڑا رہا۔

"اب تم آرام کرو سلیمان۔" عمران بدستور بیزاری سے بولا۔

"سر سلطان کا فون آیا تھا۔ انھوں نے کہا ہے کہ کل آپ اُن سے ضرور مل لیں" سلیمان نے اطلاع دی۔

"اوہ۔ اچھا ٹھیک ہے۔ میں کل اُن سے ملاقات کر لوں گا" عمران نے کہا اور کافی کے گھونٹ پینے لگا۔ تھوڑی دیر تک سلیمان وہیں کھڑا رہا پھر پلٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

صبح کے پونے سات بجے کال بیل بج اٹھی اور سلیمان کچن سے جھلا نکلنے لگا عمران حسب معمول جاگ گیا تھا۔ حالانکہ بمشکل صرف دو گھنٹے کی نیند نصیب ہوئی تھی لیکن اس کے صبح کے جاگنے میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

"پتہ نہیں کون ہے۔" سالے صبح ہی صبح آمرتے ہیں سلیمان بڑبڑاتا ہوا دروازہ کی طرف گیا اور اس نے برا سا منہ بناتے ہوئے دروازہ کھول دیا۔ سامنے کیپٹن فیاض کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور حلیہ بری طرح بگڑا ہوا تھا صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ رات بھر جاگتا رہا ہے۔

سلیمان دروازہ سے ہٹ گیا، اور فیاض اندر داخل ہو گیا۔

"عمران اندر موجود ہے۔" اس نے پوچھا۔

"جی ہاں صاحب!" سلیمان نے کمرے کی طرف اشارہ کیا اور فیاض کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"معنت خورے اب ظاہر ہے ناشتہ بھی یہیں کریں گے" سلیمان بڑبڑاتے ہوئے دروازہ بند کرنے لگا اور پھر واپس چلا گیا۔

فیاض کمرے میں داخل ہوا لیکن عمران وہاں موجود نہیں تھا۔ البتہ باتھ روم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ اور پھر عمران کی آواز سنائی دی۔

"ابے سلیمان کون آیا ہے؟"

لیکن شاید سلیمان تک اس کی آواز نہیں پہنچ سکی۔

"جو کوئی بھی آیا ہے کہہ دے کہ صاحب گھر پر نہیں ہیں۔ عمران نے پھر ہانک لگائی۔

"باہر نکلو۔ تم گھر پر موجود ہو۔" فیاض سخت لہجے میں بولا۔

"باپ رے باپ۔ پولیس۔!" اندر سے عمران کی گھگھیائی ہوئی آواز آئی۔

اور پھر چند ہی منٹ بعد وہ اپنا بدن گون سے ڈھانکے ہوئے باہر آ گیا اور خونخوار نظروں سے فیاض کو گھورنے لگا۔!

"گویا صبح ہی سے شیطان سوار ہے۔! فیاض مسکرایا۔" اس کا مقصد عمران کی شرارت سے تھا۔"

"نہیں۔ ابھی ابھی نازل ہوا ہے۔" عمران نے برجستہ جواب دیا اور فیاض جھینپ گیا۔ اس کی کہی ہوئی بات اس پر چپک گئی تھی۔

فیاض سے کوئی جواب نہیں بن پڑا اور وہ مسکراتا رہا پھر بولا"

"چلو۔ ڈھنگ سے لباس تبدیل کرو۔"

"تت... تمہارے سامنے سو پر۔ ہی ہی ہی" عمران شرمائے ہوئے انداز میں بولا۔ فیاض اس کے اس انداز پر اپنی ہنسی کو نہیں روک سکا۔

"سوئر پن مت کرو۔ اور ہاں اپنے گورنر سے ایک پیالی چائے کے لئے کہدو" فیاض نے ہنستے ہوئے کہا۔

ہائے ہائے۔ کیا برا وقت آگیا ہے۔ گورنر صاحب اب چائے کی دوکان کھول بیٹھے ہیں" عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"تمہارے ملازم بھی تو نخروں میں کسی گورنر سے کم نہیں ہیں۔"

"اوہ۔" عمران گردن ہلا کر آہستہ سے بولا۔ اگر بات چائے پر ہی ٹل جائے تو پھر غنیمت ہے"

"بالکل نہیں۔" ناشتے کے لیے بھی کہتے آنا فانی الحال چلنے سے کام چل رہا ہوتا
فیاض نے اس کی بات سن لی تھی۔

"مر گئے" عمران کراہا! پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔ چند منٹ بعد ہی وہ باقاعدہ لباس میں عمران فیاض کے سامنے آیا اس کی نظریں فیاض کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں، ذرا دیر بعد اس نے کہا۔

"یقیناً کوئی سنسنی خیز خبر لے کر آئے ہو سوپر — اور شاید رات بھر جاگتے ہی رہے ہو۔"

"جی ہاں۔ شرلک ہومز صاحب! ٹھیک فرمایا آپ نے۔ لیکن اس بات کا تو ایک بچہ بھی اندازہ لگا سکتا تھا" فیاض نے زہریلے انداز میں کہا۔

"شرلک ہومز بھی بچہ ہی تھا۔ اگر وہ اس زمانہ میں ہوتا تو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جاتا"

"خیر بہرحال یوں سمجھ لو کہ تمہارا اندازہ ٹھیک ہے" فیاض نے بات ختم کرنے کے لئے کہا اور چھت کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ عمران خاموشی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ ویسے اس کے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ ممکن ہے فیاض رات کے واقعہ کی وجہ سے ہی یہاں آیا ہو۔"

اسی وقت سلیمان چائے کی ٹرے لے آیا اور دونوں اسے دیکھنے لگے پھر چائے اُن کے سامنے سرد ہو گئی۔ اور فیاض ایک طویل سانس لیکر چائے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"آں ہاں... آنکھوں کو زور سے جھٹکا کر پلاؤ۔ پھر مسکراؤ اور سیٹی کی سی آواز نکالتے ہوئے میری طرف متوجہ ہو جاؤ۔ ٹھیک ایکشن یہ ہے" عمران بولا۔ "غالباً آج کل تم گیری کوپر کی اداکاری کی مشق کر رہے ہو۔"

"بکواس مت کرو۔ رات بڑا ہی سنسنی خیز واقعہ پیش آیا ہے۔ مجھے حیرت ہے تو شہر میں کیا ہو رہا ہے۔ ہم لوگ اور خاص طور پر تم اس معاملے میں کچھ بھی معلوم نہیں کر سکے۔" فیاض نے کہا اور عمران خاموشی سے اس کی شکل دیکھنے لگا

فیاض نے چائے کے گھونٹ لیئے اور پھر بولا۔ اسٹریٹ نمبر کے بائیں سمت مڑ کے قریب سڑکوں پر خون ہی خون ہے......... گاڑھا خون...

......جو اب بالکل سیاہ ہو گیا ہے۔"

وہاں یکے بعد دیگرے تین دھماکے ہوئے تھے۔ جو میلوں تک سنے گئے تھے۔ قرب و جوار کی عمارتیں کریک ہو گئی ہیں۔ اس کے علاوہ شیشے وغیرہ تو ایک بھی عمارت کے ثابت نہیں رہے ہیں۔ درجنوں لوگ شیشوں سے زخمی ہو گئے ہیں۔"

"اوہ۔" عمران ہونٹ سکوڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

رات کے تقریباً تین بجے یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ قرب و جوار کے لوگوں نے بتایا ہے کہ وہ گہری نیند سو رہے تھے۔ کہ ایک خوفناک دھماکہ ہوا وہ لوگ جاگ اٹھے اور پھر وہ چیخنے لگے۔ کیونکہ سوتے سے جاگے تھے اس لیے حواس قائم نہیں رہ سکے تھے۔ بہر حال انھوں نے حادثے کے فوراً بعد ہی ایک کار دیکھی تھی جو تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ وہ کار ایک عمارت سے ٹکرائی اور وہاں شیشے کے بہت سے ٹکڑے ملے ہیں۔

"مگر وہ دھماکے کیسے تھے۔" عمران نے پوچھا۔

"یہی تو حیرت انگیز بات ہے۔ وہاں بارود کا ہلکا سا نشان بھی نہیں ملا ہے۔ بس خون ہی خون ہے، وہ بھی عجیب طرح کا۔ اب تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کیسا خون ہے یا پھر یوں کہہ سکتے ہو کہ وہ صرف خون کے دھماکے

رکھتے...... یا خون کے بھوکے۔

"بات واقعی سنسنی خیز ہے" عمران نے گردن ہلائی۔

"مصیبت میری گردن پر ہے۔ شاید تمہیں علم ہو کہ چند روز قبل ایسا ہی ایک دھماکہ برکتہ روڈ پر بھی ہوا تھا۔ اب یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ میرے سر پر پہلے ہی وہ کیس تھا۔ یعنی پروفیسر عابد کے اسسٹنٹ رضوی کا اور اب یہ مصیبت اور گلے پڑ گئی۔

"اوہ۔ کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہ کہ رحمان صاحب میرے معاملے میں حاتم طائی بنے ہوئے ہیں۔ جو کیس بھی ہوتا ہے۔ بس میں ہی نظر آتا ہوں" فیاض جھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"تو یہ کیس بھی تمہارے سپرد کیا گیا ہے۔"

"ہاں۔ سچ لگے ہاتھوں سے، یعنی برکتہ روڈ کی فائل بھی میرے پاس آگئی ہے۔"

"پروفیسر عابد کے کیس کے بارے میں کچھ اور پتہ چلا۔؟"

"ابھی تک نہیں۔ تمہارے آنے سے پہلے تھا۔ لیکن تم نے بھی کچھ نہیں کیا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔ دراصل میں آج کل اپنی کھوپڑی کی اوور ہالنگ کرانے کی فکر میں ہوں۔ کمبخت نے کام ہی چھوڑ دیا ہے۔"

"پھر تو مصیبت ہی ہو جائے گی۔ ایک تمہاری کھوپڑی کا سہارا تھا۔"

"میرے خیال میں چھوڑو۔ یہ پلس کی نوکری، کہیں تھوڑی بہت زمین لیکر ہل چلائیں گے۔ خوب دودھ دہی کھانے کو ملے گا۔ کیا سمجھے؟"

"واقعی حالات کچھ ایسے ہی ہیں۔ اگر نہیں تو کل ایسا کرنا ہی پڑیگا۔" فیاض نے پژمردہ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"پھر جب کل یہ کرنا ہی ہے۔ تو آج ہی سے کیوں نہ شروع کر دو۔؟"

"فضول باتیں مت کرو یار۔۔۔ میں کھیلی پارٹی کا مشورہ لینے یہاں نہیں آیا ہوں" فیاض جھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"میں تو ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ بتاؤ کیا چاہتے ہو۔"

"چلو۔ چل کر جائے واردات دکھا دوں۔ ممکن ہے وہاں تم کچھ اندازہ کر سکو۔" فیاض نے کہا۔

"ضرور۔ میرا کیا حرج ہے" عمران تیار ہو گیا۔ اور پھر اس نے سلیمان کو آواز دی اور چند منٹ بعد دونوں ناشتہ کرنے لگے۔

عمران خود بھی رات کے واقعات جاننے کے لئے بے چین تھا۔ رات کے پُراسرار واقعات اب بھی اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہے تھے۔ اور اب فیاض اسے لئے جا رہا تھا۔ یہ مشکل بھی بڑی نہیں تھی۔ اس لئے وہ سنجیدہ ہو گیا۔ فیاض کے بعد اسے ناصر سے ملنا تھا پھر سر سلطان سے۔ اس لئے وہ فیاض سے جلدی فارغ ہو جانا چاہتا تھا۔

ناشتہ ختم ہو گیا پھر وہ جانے کی تیاری کرنے لگے چلتے وقت عمران نے ایک ٹین کی ڈبیہ ساتھ لے لی۔ فیاض کو اس کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ فیاض کی کار میں جائے واردات کی طرف روانہ ہو گئے۔

اپنی ڈسیٹرا اس نے نہیں نکالی۔ کسی بھی طرح اگر فیاض وہ ڈسیٹر دیکھ لیتا تو عمران کو اپنی جان چھڑانی مشکل ہو جاتی۔ کیونکہ ونڈ اسکرین کا چورا ہو چکا تھا۔ اور ایکسیڈنٹ والی کار کے بارے میں فیاض کو تفصیلات مل چکی تھیں۔

وہاں پہنچنے کے بعد عمران نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا علاقہ پولیس کے گھیرے میں تھا اس کے بعد دور تک لوگوں کا ہجوم تھا۔ فیاض کو مسلسل ہارن دینا پڑا تب کہیں جا کر پولیس کے گھیرے تک پہنچنے کا راستہ مل سکا۔ لوگ پورے شہر سے

اِس واقعہ کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے وہاں آمنڈ آئے تھے، اور وہاں اور بھی حکام موجود تھے۔

کار ایک طرف کھڑی کر کے فیاض نیچے اتر آیا۔ عمران بھی دوسری طرف سے کار سے نکل آیا۔ اور پھر دونوں پولیس کے گھیرے سے نکل کر اس جگہ پہنچ گئے جس جگہ فیاض کے بیان کے مطابق خون ہی خون تھا۔

بڑی عجیب کیفیت تھی۔ سڑک پر خون جما ہوا تھا۔ لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ خون نے بہت بڑا علاقہ نہیں گھیرا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ بہت کم دائرے میں ہے اور اس کی ایک ہی وجہ ہو سکتی تھی وہ یہ کہ خون پہلے ہی سے کافی گاڑھا تھا لیکن اس سے بھی اہم بات جو عمران کے ذہن میں محسوس ہو رہی تھی وہ بہت پُر اسرار اور دہشتناک تھی۔

کیا ان لوگوں کے جسم میں ہڈیاں نہیں تھیں۔ عمران نے انہیں اپنی کار کے پیچھے دوڑتے ہوئے دیکھا تھا وہ ان سے جنگ بھی کر چکا تھا۔ وہ لوگ انسان ہی تھے اب صرف فرق اتنا تھا کہ اُن کے چہرے وحشت زدہ تھے اور چہرے پر بال لگے ہوئے تھے۔ لیکن باقی جسم میں کوئی فرق نہیں تھا۔ پھر اگر وہ عام انسان ہی تھے تو اُن کی ہڈیاں اور سر کہاں گئے۔ تمام ہڈیوں اور سر کا خون کی شکل میں تبدیل ہو جانا حیرت انگیز واقعہ ہی کہا جا سکتا تھا۔ اسے تعجب تھا کہ پولیس کے افسران نے ابھی تک اس بات پر توجہ کیوں نہیں دی تھی حالانکہ صاف ظاہر تھا کہ یہ خون کی بالٹیاں تو کسی نے یہاں لا کر ڈال ہی نہیں دی تھیں تاہم عمران نے فیاض سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ اور خاموشی سے اطراف کا جائزہ لینے لگا۔

کوئی خاص بات معلوم ہونے کا سوال ہی نہیں تھا۔ کیونکہ کوئی خاص بات

اور اس کے علاوہ تو ہو ہی نہیں سکتی تھی جو عمران جانتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ پھٹ جانے والا آدمی یقیناً کسی سائنسی فارمولے کی پیداوار تھا۔

چپٹی ناک والا کون ہے۔؟" یہ خیال بار بار عمران کے ذہن میں چکر لگا رہا تھا۔ وہ اپنے اختیارات سے کام لے کر اسے گرفتار کر سکتا تھا، گرفتاری کے بعد اس کے بارے میں معلوم کر سکتا تھا۔ لیکن یہ اس کے اصول کے خلاف تھا۔ اس نے آج تک کبھی ایسا نہیں کیا تھا، اور اب بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"کیا اس خون کا نمونہ کسی لیبارٹری میں بھجوا گیا ہے۔؟" عمران نے فیاض سے پوچھا۔

"ابھی تو نہیں ویسے ظاہر ہے کہ اس کا تجربہ ضرور کیا جائے گا"

"مجھے بھی اس میں سے تھوڑا سا خون چاہیئے۔" عمران نے کہا۔

"تم کیا کرو گے۔؟" اس نے تعجب سے پوچھا۔

"توس پر لگا کر کھاؤں گا، اور مسٹر فولادی بن جاؤں گا۔" عمران نے گردن اکڑا کر کہا۔

"بھئی سنجیدگی سے بات کرو ظاہر ہے کہ یہ میری ملکیت تو ہے نہیں" فیاض کہنے لگا" مگر تم اگر چاہتے ہو تو خود لے لو۔ مگر اسے لے کس طرح جاؤ گے۔"

یہ سن کر عمران نے وہ خالی ڈبیہ جیب سے نکالی جو وہ اپنے ساتھ لے آیا تھا۔

"گویا یہ خیال تمہارے ذہن میں پہلے سے موجود تھا" فیاض پھر بولا۔

"اوہ۔ نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں دراصل یہ ڈبیہ آواز صاف کرنے والی گولیوں کی ہے۔ اور آجکل میں گانے کی مشق کر رہا ہوں۔ تاکہ محفل موسیقی میں حصہ لے سکوں۔"

اور پھر وہ ایک جگہ زمین پر جھک گیا۔ اس نے لکڑی کی مدد سے تھوڑا سا

خون کھرچا اور ڈبیہ میں رکھ لیا۔ ڈبیہ بند کر کے اس نے کوٹ کی جیب میں ڈال لی۔
"کیا نتیجہ اخذ کیا تم نے۔؟" فیاض نے پوچھا۔
"حیرت انگیز واقعہ ہے سوپر! میری عقل چکرا گئی۔ کیا وہ واقعی خون کے بم تھے۔؟ اور پھر ان کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟" عمران پرخیال انداز میں کہنے لگا۔
اور یہ مصیبت میرے سر منڈھ دی گئی ہے پہلے ہی بلائیں کیا کم تھیں کہ یہ بلا بھی میرے سر تھوپ دی گئی۔ بھلا بتاؤ جہاں تمہاری عقل ساتھ چھوڑ رہی ہے وہاں میں کیا کروں گا۔"
"میں نے تمہیں بہترین مشورہ دیا تھا۔ چھوڑو اس چکر کو، گیہوں بیس روپے من ہو گیا ہے۔ اب ہم کاشت کریں گے اور عیش کریں گے۔
فیاض کچھ نہیں بولا۔ کافی دیر تک عمران اس کے ساتھ چاروں طرف کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر بولا۔" اب میں اس خون کا کیمیائی تجزیہ کراؤں گا۔ پھر جو رپورٹ ملے گی اس سے تمہیں بھی آگاہ کر دوں گا
۔ اور خود بھی محظوظ ہوں گا۔ ویسے گورنمنٹ کی لیبارٹری کی رپورٹ بھی مجھے ملنی چاہیئے" اس کے علاوہ اس سلسلہ میں تم جب چاہو مجھ سے ملاقات کر سکتے ہو جو بات ہو وہ مجھے بتاتے رہنا۔ میں تمہاری مدد کروں گا" عمران کہنے لگا اور فیاض سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔ میں ایسا ہی کروں گا" اس نے جواب دیا۔
"اچھا۔ اب مجھے اجازت دو"، عمران اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر بولا۔ اور پھر وہ پولیس کے حصار سے باہر نکل آیا۔ کافی دور تک اسے ہجوم کی

اسے ٹیکسی نہیں مل سکی۔ ذرا دُور جانے کے بعد ایک ٹیکسی مل گئی۔ جس میں بیٹھ کر وہ سر سلطان کی طرف روانہ ہو گیا۔

●

پچھلے کچھ دنوں سے بہت پُراسرار واقعات سامنے آ رہے ہیں۔ حالانکہ براہِ راست اُن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی ایک ذمہ دار شہری کی حیثیت سے ہر شخص کا فرض ہے کہ شہریوں کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ میں نے بذاتِ خود بھی حالات کے بارے میں معلوم کیا تو واقعی مجھے یہ ایک سیدھا سا معاملہ معلوم ہوا۔ اور چونکہ ہر شخص اپنی سمجھ اور اپنے اختیارات سامنے رکھ کر بولتا ہے۔ چنانچہ میرا خیال تمہاری طرف گیا منطلب یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو خدائی فوجدار سمجھتے ہو۔ چنانچہ ان معاملات میں تمہارا دلچسپی نہ لینا تعجب خیز محسوس ہو رہا ہے۔ اسی لئے میں نے تم کو فون کیا تھا۔" سر سلطان عمران سے کہہ رہے تھے۔

لفظ "خدائی فوجدار" پر عمران مسکرانے لگا۔ اور سر سلطان اس کی شکل دیکھنے لگے۔

"کیا میرا خیال غلط ہے۔۔"

"کون سا خیال!" عمران نے پوچھا۔

"میرا مقصد ہے کہ ان پُراسرار واقعات کی تہہ میں کوئی خاص ہاتھ

کام کر رہا ہے ۔؟"

"ظاہر ہے ۔ لیکن میرا خیال ہے کہ آپ کسی نئے واقعہ سے واقف نہیں ہیں۔"

"کیا کوئی اور نیا حادثہ ہوا ہے ؟" سر سلطان چونک پڑے ۔

"ہاں ۔ لیکن شاید اس کی خبر اخبار میں نہیں آئی ہوگی ۔ کیونکہ پچھلی رات واقعہ ہوا ہے ۔ ویسے میں نے آج کا اخبار نہیں دیکھا ہے ۔" سر سلطان نے کہا اور پھر گھنٹی بجا کر ملازم کو بلانے لگے ...... ملازم سے انھوں نے اخبار منگوایا اور انھوں نے جلدی جلدی اس کی سرخیاں دیکھنی شروع کیں ۔ پچھلے صفحہ پر جلی سرخی کے ساتھ دھماکے والی خبر موجود تھی ۔ سر سلطان نے پوری خبر پڑھی ۔

اور حیرت سے اسی لیے میں نے خاص طور سے تمہیں متوجہ کر رہا ہوں ۔ کہ ایسے واقعات سامنے آتے ہیں بعد میں وہ بے حد پُر اسرار ثابت ہوتے ہیں ۔

"جی ہاں ۔ ایسا تو ہوا ہے ۔"

"تو پھر ظاہر ہے کہ تم خاموش نہیں بیٹھے ہوگے ۔ اور اگر اس سلسلے میں تم نے کچھ کر لیا ہے تو مجھے کچھ تھوڑا بہت بتاؤ ۔"

آپ نے تھوڑے بہت کی بات کی ہے ۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جو کچھ میں بتاؤں گا آپ اس کی وضاحت طلب نہیں کریں گے ۔" عمران نے کہا ۔

"حالانکہ یہ بات غلط ہے ۔ پھر بھی میں تمہاری شرط منظور کرتا ہوں ۔ ظاہر ہے کہ تم یہ شرط کسی وجہ سے لگانے پر مجبور ہوگے ۔" سر سلطان بولے ۔

عمران نے اپنی جیب سے خون کی ڈبیہ نکال کر ان کے سامنے رکھ دی ۔

"یہ کیا ہے ۔؟" سر سلطان نے حیرت سے کہا ۔ اور عمران نے ڈبیہ کھول دی اور سر سلطان اُسے جھک کر دیکھنے لگے ۔ اور پھر انھوں نے جیب سے رومال نکال کر ناک پر رکھ لیا ۔ "یہ کیا چیز ہے ؟" آخر انھوں نے کچھ نہ سمجھ کر پوچھا ۔

وہ خون جو دھماکے کے بعد پھیل کر سڑکوں پر جم گیا ہے۔"
"خون..... ؟" سر سلطان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔
"ہاں۔ ظاہر ہے کہ اخبار میں آپ نے پوری خبر پڑھی ہے۔
"مم..... مگر یہ خون ؟
"حیرت انگیز ہے، میرا خیال ہے کہ یہ ایک لکڑی پر لپیٹ سکتا ہے اس کی خاصیت ربڑ جیسی ہے......" عمران نے پُراسرار انداز میں بولے۔
"صاف سی بات یہ ہے۔ کہ یہ وہ خون کا نمونہ ہے جو سڑک پر موجود ہے میں وہیں سے یہ نمونہ لایا ہوں۔ تاکہ اس کا کیمیائی تجزیہ کیا جا سکے۔"
"اوہ۔" سر سلطان کا چہرہ پوری طرح کھل اٹھا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ تم پوری طرح دلچسپی لے رہے ہو۔"
"آپ کی توقعات سے کہیں زیادہ۔" عمران سنجیدگی سے بولا۔
"کیا مطلب ۔ ؟"
"آپ نے اخبار میں پڑھا ہے۔ کہ دھماکوں کے فوراً بعد ایک کار کو برق رفتاری کے ساتھ دوڑتے ہوئے دیکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی کار ایک عمارت سے بھی ٹکرائی تھی۔ خیال ہے کہ وہی کار ریورس ہو کر فرار ہوئی ہے اور اس کا ان دھماکوں سے ضرور تعلق ہے۔"
"ہاں پڑھا ہے۔"
"تو آپ یہ سن کر تعجب نہ کیجئے گا کہ وہ میری کار تھی۔" عمران نے بتایا۔
"تمہاری ——؟" سر سلطان بری طرح اچھل پڑے۔
"ہاں،" عمران سکون سے بولا۔ اس لئے کہ میں ان حادثات کے ذمہ دار کی راہ پر لگ چکا ہوں، اور اسی لیئے وہ مجھ کو ختم کر دینا چاہتے تھے۔ انھوں

نے پہلے مجھے قید کر لیا تھا۔ اور میں اُن کی قید سے نکل بھاگا، پھر تین وحشی انسانوں نے میرا تعاقب کیا۔ میں کار لے کر بھاگا۔ کار کی رفتار بڑھتی ہی جا رہی تھی لیکن ان وحشیوں کا فاصلہ اس سے کم ہوتا جا رہا تھا۔ وہ کار کے ساتھ ساتھ دوڑ رہے تھے۔ بلکہ اس سے بھی تیز دوڑ رہے تھے۔

"کیا۔؟" سر سلطان پھر چیخ پڑے۔

"ہاں وہ ستر میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ رہے تھے۔ قریب تھا کہ وہ مجھے پکڑ لیتے۔ لیکن میں نے کار کی رفتار اور بڑھا دی۔ اور اچانک ایک دھماکے کے ساتھ وہ تینوں پھٹ گئے۔ دھماکے اتنے شدید تھے کہ میں اپنی اسٹیرنگ کو بھی نہ سنبھال سکا اور وہ ایک عمارت سے جا ٹکرائی۔ میں وہاں سے بمشکل فرار ہو سکا۔

سر سلطان کی آنکھیں پھیلی اور منہ کھلا ہوا رہ گیا۔ چند منٹ اسی عالم میں گزر گئے۔ پھر وہ بولے۔

یہ تو الف لیلیٰ کی کہانی معلوم ہوتی ہے۔"

"جی ہاں کوئی افراسیاب آ گیا ہے یہاں" عمران نے کہا۔

"مگر یہ ستر میل کی رفتار سے دوڑنے والے آدمی...... اور پھر وہ کسی بم کی طرح پھٹ پڑے۔ آخر یہ معاملہ کیا ہے۔؟"

"اس سے پہلے چڑیا گھر سے ایک گوریلے کا بچہ چرا لیا گیا تھا۔ اور کچھ دن ہی دنوں بعد ایک جزیرہ پر ایک بھیانک گوریلے نے تباہی مچا دی تھی۔" عمران نے کہا۔

"کیا مطلب!" سر سلطان پھر حیرت سے بولے۔

"میں عرض کر چکا ہوں کہ کسی بات کا مطلب مجھ سے مت پوچھئے"

عمران مضبوط لہجے میں بولا۔

سر سلطان چند لمحوں تک پریشان نظروں سے اسے دیکھتے رہے اور چند منٹ بعد وہ سمجھ گئے کہ عمران کیا کہنا چاہتا ہے۔

"اوہ۔ تمہارا مطلب یہ ہے کہ شہر میں کوئی ایسی شخصیت گھس آئی ہو جو ان واقعات کی ذمہ دار ہے۔ وہ شخص کوئی خطرناک سائنسدان ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے۔"

"اب مجھے ایک ایسا خصوصی اجازت نامہ چاہیئے جس کے تحت ملک کے کسی بھی بڑے آدمی پہ ہاتھ ڈال سکوں۔" عمران نے ان کی بات کا جواب دیئے بغیر کہا۔

"کون ہے وہ۔؟"

"یہ نہیں بتا سکتا۔!"

"تم میرا دماغ خراب کردو گے۔" سر سلطان گردن ہلاتے ہوئے جھلائے ہوئے انداز میں بولے۔

"اسی لیئے عرض کر رہا ہوں کہ قبل از وقت مجھ سے کچھ معلوم نہ کریں۔"

"واقعی غلطی میری ہے مجھے یہ سوچ کر خاموش ہو جانا چاہیئے تھا۔ کہ تم آرام نہیں کر رہے۔" سر سلطان اسی انداز میں بولے۔ "بہرحال ٹھیک ہے۔ اجازت نامہ تمہیں کل تک مل جائے گا۔ کیونکہ اسے براہ راست صدر صاحب سے حاصل کرنا ہوگا۔"

"شکریہ!۔ اجازت!" عمران کھڑا ہو گیا۔ اور سر سلطان نے مصافحہ کے لیئے بڑھا دیا۔ پھر عمران باہر نکل آیا۔ ٹو سیٹر نہ ہونے کی وجہ سے کچھ تھوڑی سی پریشانی ہو رہی تھی ویسے کام کرنے کے لئے کار رانا پیلس سے حاصل کی

جاسکتی تھی۔ لیکن اُسے پہلے ناصر سے ملنا ضروری تھا۔ ظاہر ہے کہ ناصر اس کا انتظار کر رہا ہوگا۔ آج بمشکل تمام تو اس سے رابطہ قائم ہو سکا تھا۔ اور جس طرح سر سلطان عمران سے توقع کئے ہوئے تھے اسی طرح عمران جانتا تھا کہ ناصر بھی خاموش نہیں رہا ہوگا اور اس سلسلہ میں کافی معلومات اسے حاصل ہو چکی ہوں گی۔

تھوڑی دیر بعد اسے ٹیکسی مل گئی۔ اور وہ اس میں بیٹھ کر بلینڈ ڈونگ کاٹیج کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں اس نے تعاقب کا خاص خیال رکھا تھا۔ لیکن بلینڈ ڈونگ کاٹیج پہنچنے تک کوئی ایسی گاڑی نظر نہیں آئی جس پر تعاقب کا شبہ ہوتا۔

●

نلکی میں آتشیں سیال کھول رہا تھا اور اس کے قطرے ایک پتلی نلکی سے ایک برتن میں گر رہے تھے۔ بڑے میاں قطروں سے گرنے والے دھوئیں کو دیکھ رہے تھے اور ناصر ان سے دور کھڑا ہوا ایک میز کے قریب چارٹ پر کچھ لکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں لیکن جسم کے کسی حصے سے بھی تھکن کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔

بڑے میاں نے قطرہ دالا برتن ہٹایا اور ایک طرف لگی ہوئی ایک مشین کا سوئچ آف کر دیا۔ سیال کھولنا بند ہو گیا۔ پھر بڑے میاں وہ برتن

لے کر ناصر کے پاس پہنچ گئے۔ ناصر نے وہ برتن ایک ٹسٹ مشین کے نیچے رکھ دیا اور پھر وہ اپنا چارٹ مکمل کر کے اس برتن کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کافی دیر تک وہ ٹسٹ مشین پر کام کرتا رہا۔ اور بڑے میاں ایک ٹانگ کی اونچی اسٹول پر بیٹھ کر کھڑکی کے باہر کا منظر دیکھتے رہے۔

فضا کہر آلود تھی۔ موسم بھیگا بھیگا سا لگ رہا تھا۔ اس بھیگے موسم میں کسی عمارت سے اٹھتا ہوا دھواں کسی ایسی پہاڑی بستی کا منظر پیش کر رہا تھا جو ہر طرف سے برف سے ڈھکی ہوئی ہو۔ اور اس بستی کے آخری مکان میں کوئی دوشیزہ شب خوابی کا لباس پہنے ہوئے صبح کا ناشتہ تیار کر رہی ہو اور دھواں اس کے رخساروں کو چھوتا ہوا آسمان کی طرف اونچا ہوتا جا رہا ہو۔

" انکل " ناصر کی آواز نے بڑے میاں کو چونکا دیا اور وہ اس کی طرف دیکھنے لگے۔ ناصر اب اپنا ایپرن کھول رہا تھا اور پھر اس نے ایپرن ایک طرف ڈال دیا اور ایک طویل انگڑائی لے کر مشین کے پاس سے ہٹ آیا۔

"کیا دیکھ رہے ہو انکل" اس نے بڑے میاں کے قریب پہنچ کر کہا۔

" افق کے اس پار برف پوش بستی جس کے چاروں طرف اونچی نیچی پہاڑیاں پھیلی ہوئی ہیں اس کے دامن میں ایک لکڑی کا مکان ہے جس کے سامنے کے احاطے میں دودھ دینے والی سفید گائیں جگالی کر رہی ہیں۔ کتا رے پر دو کتے بیٹھے اُن کی رکھوالی کر رہے ہیں۔ ... اور ... بڑے میاں خوابناک انداز میں کہہ رہے تھے۔

اور اس لکڑی کے مکان کے دروازہ پر ایک گڈھار بنگ رہا ہے۔ میٹھے میٹھے سروں میں۔ شاید وہ اپنی محبوبہ کو بلا رہا ہے۔ پیری ۔ ۔ پیری ..."

"بد ذوقی مت کرو ناصر"، بڑے میاں چیخ کر بولے۔

"میں کہتا ہوں کہ آپ پوری رات مزے سے سوئے ہیں۔ پھر آپ کو ایسے خواب نظر آ رہے ہیں۔"

"بس تمہاری طرح۔۔۔ سپرمین" نہیں ہوں جو رات بھر جاگنے کے بعد بھی اسی طرح تر و تازہ نظر آ رہے ہو۔"

"میرا کام مکمل ہو گیا ہے انکل۔ سیارے کے اجزا کا پتہ چلا لیا ہے جسے ہماری لیبارٹری کی جاسوسی کے لیئے بھیجا گیا تھا۔ اب میں اس میں پوری طرح کامیاب ہو گیا ہوں۔ البتہ صرف ایک بات کہوں گا انکل کہ ہمارا مد مقابل بھی کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ اور اب ہم جو کچھ بھی کریں گے اس کی زبردست سائنسی صلاحیتوں کو مد نظر رکھ کر کرینگے۔" ناصر کہنے لگا۔

بڑے میاں غور سے اسے دیکھتے رہے۔ پھر انھوں نے شانے ہلا کر گردن ہلائی۔ ناصر انہیں پُر خیال انداز میں دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "آیئے انکل نیچے چلیں۔۔۔ ناشتہ کرنا ہے۔"

باتھ روم سے فارغ ہو کر وہ ناشتے کے کمرے میں گئے۔ پھر ناشتے سے فارغ ہو کر ناصر نشست کے کمرے میں آ بیٹھا۔

"آج کا کیا پروگرام ہے۔" بڑے میاں نے کرسی پر دراز ہوتے ہوئے پوچھا۔

"فی الحال تو عمران سے ملاقات کرنی ہے۔"

"وہ کہاں ہیں۔"

"آئیں گے۔"

"کب۔؟"

"رات کے تین بجے؟

"تین بجے۔؟"

"ہاں۔ آپ کو حیرت کیوں ہے؟ ناصر نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں۔ ٹھیک ہے حیرت نہیں ہونی چاہیئے۔ وہ تم سے کم سنکی تھوڑی ہے۔ بڑے میاں ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولے۔ ناصر نے ایک میگزین اٹھایا اور اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ بڑے میاں نے بھی ایک انگریزی فلمی رسالہ اٹھالیا اور اس میں لڑکیوں کی تصویریں دیکھنے لگے۔

"نجانے کتنا وقت گزر گیا" ناصر نے گھڑی دیکھی اور پھر چونک کر بولا اوہ۔ عمران صاحب کو اب تک آجانا چاہیئے تھا۔ بڑے میاں نے نظریں گھما کر دیکھا اور پھر اپنے رسالے میں ڈوب گئے۔

"آپ اُن کے فلیٹ پر رنگ کریں انکل۔ معلوم کریں کہ وہ کیوں نہیں آئے۔ بڑے میاں نے گھور کر پھر ناصر کی طرف دیکھا اور پھر ناچار فون کے قریب پہنچ گئے۔ عمران کے نمبر انھیں زبانی یاد تھے۔ چنانچہ انھوں نے رنگ کیا اور ریسیور کان سے لگا لیا۔

"ہیلو۔ چند منٹ بعد دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کون بول رہا ہے۔" بڑے میاں نے پوچھا۔

"تمہیں کس سے بات کرنی ہے۔" دوسری طرف کسی نے اکڑ کر کہا۔

"پہلے اپنے بارے میں بتاؤ۔" بڑے میاں کو نہ جانے کیوں دوسری طرف سے بولنے والے کے لہجے پر غصہ آگیا

"کیوں بتاؤں۔ میں کیا تم سے دو روٹی کم کھاتا ہوں۔ بتلاتے ہو تو بتا دو ورنہ ہوا کھاؤ۔"

"تم گدھے ہو بدتمیز ہو۔" بڑے میاں غصیلے انداز میں بولے اور ناصر انہیں دیکھنے لگا۔ وہ پھر بولنے: "۔ ابے تم خود سالے بدتمیز ہو۔ زبان سنبھال کر بات کرو۔ ورنہ بتیسی باہر کر دوں گا۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا، سامنے آؤ" بڑے میاں گھونسہ بنا کر بولے۔

"کیا بات ہے انکل۔ کون ہے؟" ناصر نے میگزین رکھ دیا، لیکن بڑے تو دوسری طرف متوجہ تھے، دوسری طرف سے بولنے والا کہہ رہا تھا۔

"ابے جا۔ رگھے ٹکڑے کرنے والے" تو خود آجا سامنے، صبح صبح ناک میں دم کرنے آجاتے ہیں۔ ابے تمہیں رزق موت نہیں ہے۔"

میں کہتا ہوں بکواس" بڑے میاں کہنے نہ پائے تھے کہ اسی وقت ناصر نے ریسیور اُن کے ہاتھ سے چھین لیا۔

"تو خود بکواس بند کر سالے" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہیلو......" ناصر نے نرم آواز میں کہا۔

"کہو بیٹا۔ اب کھسکی ہوا۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کون صاحب بول رہے ہیں؟" ناصر اسی حلیمی سے بولا۔

"پہلے تم بتاؤ۔"

"میں ناصر آفریدی ہوں۔"

"ایں ۔۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور چند منٹ تک خاموشی رہی۔

"ہیلو۔" ناصر نے پھر کہا۔

"خدا کی قسم صاحب، معاف کردو۔ اللہ سے توبہ ہے۔ یا اللہ میری توبہ ہے۔ میں مر جاؤں گا صاحب!" دوسری طرف سے گڑگڑانے کے لہجے میں کہا گیا۔

"غالباً تم سلیمان ہو۔"

"جی ہاں صاحب۔ میں تو الّو کا پٹھا ہوں۔ کیا کردی صاحب کے ملنے والے میرا ناک میں دم کر دیتے ہیں۔ میں آپ کی آواز نہ پہچان سکا تھا" سلیمان بدستور گڑگڑا رہا تھا۔ "پہلے تو میں نہیں بول رہا تھا" ناصر نے اس کا احساس ندامت کم کرنے کے لیئے کہا۔

"ایں" اوہ۔" تو میرا خیال ٹھیک تھا۔ وہ کوئی اور تھا سالا" سلیمان بولا وہ پروفیسر ڈارک تھے۔

"اچھا۔ وہ بڑے میاں۔ ارے پھر تو سب ٹھیک ہے" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب کہاں ہیں۔؟" ناصر اسی انداز میں بولا۔

"ہوں گے کہاں صاحب، صبح ہی صبح حالی موالی آجاتے ہیں۔ بس چلدیئے"

"کون آیا تھا۔؟"

"وہی کپتان صاحب! صاحب کی وجہ سے کپتان بنے ہیں اور ہمیں پر رعب جھاڑتے ہیں"

"اوہ۔ فیاض!"

"جی ہاں!"

"اب تو پھر ضرور کوئی خاص کام ہو گا۔ بہرحال عمران صاحب آئیں تو انہیں پیغام دیدینا۔ میں ان کا انتظار کر رہا ہوں۔ اور اس وقت تک کرتا رہوں گا۔ جب تک وہ میرے پاس نہ پہنچ جائیں۔"

"اچھا صاحب ضرور پیغام دیدونگا" سلیمان نے کہا اور ناصر نے فون بند کر دیا۔ بڑے میاں خونخوار نظروں سے ٹیلیفون کو گھور رہے تھے۔

"یہ تھا کون۔" انہوں نے پوچھا۔

"عمران کا ملازم۔ سلیمان"

"اچھا ٹھیک ہے، اچھی طرح نمٹ لوں گا اس سے بڑے میاں دانت بھینچ کر بولے، بڑے میاں کافی دیر تک پیچ و تاب کھاتے رہے۔ پھر انہوں نے دوبارہ ریسیور اٹھالیا۔

اس واقعے کے تقریباً ستر منٹ بعد بلیڈ و نگ کا ٹیچ کے آٹومیٹک آلات کا الارم سنائی دیا اور ناصر چونک گیا۔ اسنے ایک طرف لگا ہوا سوئچ دبایا۔ سوئچ کے نیچے اسکرین پر عمران گیٹ سے اندر داخل ہوتا نظر آیا۔ اور ناصر نے مطمئن ہو کر سوئچ آف کر دیا۔ پھر ایک طرف رخ کر کے بولا۔

"اس طرف سے آجایئے عمران صاحب! اندر ونی کمرے میں سے تیسرے کمرے میں ہیں ہم لوگ یہاں" ناصر نے اس عمارت کو بھی طلسمی عجائب گھر بنا رکھا تھا۔ اس کی مرضی کے بغیر کوئی یہاں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ عمارت کے کسی بھی حصے کو ٹیلی ویژن اسکرین پر دیکھا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ دیواروں پر اسپیکر فٹ تھے جن سے چاروں طرف آواز آسکتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد کمرے کے دروازہ پر عمران نے دستک دی۔

تشریف لایئے۔" ناصر کھڑے ہو کر استقبال کرتے ہوئے بولا۔ بڑے میاں ابھی تک اسی طرح منہ پھولائے بیٹھے تھے۔ ناصر سے رسمی گفتگو اور مصافحہ کے بعد عمران بڑے میاں سے مخاطب ہوا۔

"ہیلو پروفیسر!"

"ہیلو۔" پروفیسر بھاری لہجے میں بولے۔

"کیا بات ہے۔ کیا آپ کا کوئی تازہ عشق ناکام ہو گیا ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے انکل آپ کے ملازم سے لڑ بیٹھے ہیں۔ ان کے خیال میں اس نے فون پر بدتمیزی کی تھی۔" ناصر نے کہا۔

"کس نے۔ سلیمان نے،" عمران چونک کر بولا "یہ کیا بات ہے۔"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے کی" ناصر نے واقعہ بتایا۔
"ارے آپ فکر نہ کریں۔ میں اسے توپ سے باندھ کر اڑا دوں گا۔" عمران بولا۔
"تمہاری دخل اندازی کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنا انتقام خود لے لوں گا"
"ہاتھ پاؤں کو نقصان نہ پہنچے ورنہ مجھے اس کے مرنے کا اندیشہ ہو جائیگا۔ باقی سب کچھ آپ کا۔" عمران نے کہا۔ اور ناصر مسکرانے لگا۔ پھر وہ سنجیدہ ہو کر عمران سے بولا۔ "بعض اوقات تو ایسا معلوم ہوتا ہے عمران صاحب کہ کوئی پر اسرار قوت ہم دونوں کو جدا کر دیتی ہے۔ یعنی ایسے وقت آپ سے ملاقات نہیں ہوتی جبکہ آپکے نہ ملنے کا امکان نہیں ہوتا۔"
"میرا بھی یہی خیال ہے۔" عمران نے کہا۔
"کیا آپ مجھ سے ملنا چاہتے تھے۔"
"ظاہر ہے بہت زیادہ۔" عمران نے جواب دیا
"وجہ یقیناً موجودہ واردات ہوگی"
"بالکل"
"میں خود بھی اس سلسلے میں ملنا چاہتا تھا۔ لیکن اتفاقات ایسے پیش آئے کہ ملاقات نہ ہو سکی۔" عمران کچھ دیر تک خاموش رہا پھر ناصر بولا۔ "آپ گوریلے کے بعد جزیرے پر گئے رہتے۔ انکل نے مجھے بتایا تھا۔ کیا آپ نے گوریلے کی لاش دیکھی تھی"
"ہاں۔ اچھی طرح۔ میں رات ہی آپ کو بتا چکا ہوں۔" عمران نے کہا اور عمران کی گفتگو یاد کر کے ناصر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔"
"آپ نے اس کی شخصیت کے بارے میں کچھ کہا تھا۔ بہر حال عمران صاحب کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں تھی کہ ملک میں اتنا بڑا گوریلا گھس آئے اور ملک کی کسی بھی جگہ سے اس کی خبر نہ ملے کہ وہ کہاں دیکھا گیا ہے اور کہاں سے آیا تھا۔

"تمہارے جزیرے پر آیا تھا۔ ممکن ہے کہ سمندری گوریلا ہو۔"

"سمندری گوریلا۔ ناصر ہنس پڑا۔ ویسے دلچسپ خیال ہے لیکن ہمیں سنجیدگی سے اس واقعہ پر سوچنا چاہیئے"۔ وہ سنجیدہ ہو کر بولا۔

"ضرور سوچو۔"

"پہلے مجھے ایک بات بتاؤ۔؟"

"پوچھو۔"

"یہ تو ناممکن سی بات ہے کہ آپ ان معاملات میں دلچسپی نہ لے رہے ہوں۔"

"ٹھیک ہے، واقعی ناممکن ہے اس شہر میں ہم دو آدمی ہیں جو ہر بات پر ضرور دلچسپی لیتے ہیں اور اگر نہ لیں تو کھانا چوپٹ۔" عمران بولا۔

"تب تو آپ نے ضرور معلوم کیا ہوگا۔"

"بالکل۔"

"ٹھیک ہے حسب دستور ہم لوگ اپنی معلومات کا تبادلہ کریں گے۔"

"او۔کے۔ لیکن ڈاک خرچ تمہارے ذمہ ہوگا۔" عمران بولا۔

"منظور۔" ناصر نے کہا۔ پھر بولا۔ کہانی کی ابتدا آپ کریں گے یا میں۔"

"تم کرو۔" عمران بولا

ناصر سوچ میں ڈوب گیا اور گردن اٹھا کر چند منٹ بعد بولا۔ "میرے نزدیک اس واقعہ کی ابتدا اسی دن ہوئی ہم جب میرے جزیرے کی تعمیرات کے انچارج افضل کے ذریعہ کچھ لوگوں نے جزیرے کی تعمیرات دیکھیں، دراصل میں نے یہاں عام لوگوں کے آنے کی ممانعت کر دی ہے۔ اور ٹھیک ہے بھی ہیں۔ اتنی رعایت اسی لئے ہے کہ ابھی وہاں صرف عمارتیں بن رہی ہیں۔ جب میں اپنی لیبارٹری نصب کر دوں گا تو باقاعدہ حکومت سے درخواست کر دوں گا۔ کہ کچھ پہری یا پولیس میرے جزیرے کی نگرانی

کرے۔ اگر حکومت نے مجھے اجازت نہیں دی تو پھر ذاتی طور پر میں اس جزیرے پر محافظ مقرر کروں گا۔ بہرصورت میں نے اس وقت بھی یہاں ہدایت کر رکھی ہے کہ عام لوگ ادھر نہ آنے پائیں۔

لیکن کچھ عرصہ قبل ایک اسٹیمر جزیرے سے جا لگا۔ اس سے دو مرد اور ایک عورت نیچے اترے انھوں نے درخواست کی کہ وہ اس پُراسرار جزیرے کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ حسب معمول انہیں منع کیا گیا۔ پھر انھوں نے انچارج افضل سے درخواست کی لیکن افضل نے بھی معذرت کر لی لیکن اسی وقت مقابل نے افضل کی طرف دیکھا اور افضل مسمرائز ہو گیا۔ افضل کا کہنا ہے کہ اس کی آنکھوں سے نیلے شعلے نکلنے لگے اور پھر افضل کو کچھ یاد نہیں رہا۔

"نیلی شعاعیں.... عمران کے ذہن میں ایک جھماکہ ہوا۔"

"ہاں،، ناصر نے اس کی کیفیت پر دھیان دیئے بغیر کہا۔ نیلے رنگ کی شعاعیں بہرصورت مسحور ہو کر افضل انھیں جزیرہ دکھاتا پھرا۔ وہ شکریہ ادا کر کے واپس چلے گئے۔ جب مجھے اس واقعہ کا علم ہوا اور میں نے افضل سے حکم عدولی کی وجہ پوچھی تو اس نے حیرت کا اظہار کیا اور بتایا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے اور یہ صرف الزام تراشی ہے۔"

افضل نیک آدمی ہے اور اب تک میں نے اسکی کوئی غلط بات نہیں دیکھی ہے لیکن دوسری طرف جزیرے کا ایک ایک فرد یہی بات کہہ رہا تھا چنانچہ میں الجھ گیا، اور میں نے انھی کے ذریعہ افضل کا ذہنی معائنہ کرایا۔ لیکن اس کے ذہنی معائنہ سے بھی کچھ نہ پتہ چل سکے۔ تب میرا ذہن ہپناٹزم کی طرف گیا۔ اور میں نے افضل کو ہپناٹیزم کر کے پہلا اثر اس کے ذہن سے زائل کیا۔ تب افضل نے مجھے ان لوگوں کے بارے میں تفصیلاً بتائیں۔ عمران کا ذہن ہوا میں اڑ رہا تھا۔ ناصر کے خاموش ہوتے ہی اس نے

پوچھا۔ کیا ان لوگوں کا حلیہ معلوم ہوا؟

"ہاں۔ ان میں سے ایک چپٹی ناک اور کھردری شکل والا اسمارٹ آدمی تھا دوسرا ایک سفید بالوں والا۔ لیکن جاندار بوڑھا اور تیسری ایک خوبصورت سی لڑکی۔" ناصر نے بتایا۔

اب کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی تھی۔ یہ پورا حلیہ پروفیسر عابد اور اس کی لڑکی ذکیہ اور اس شخص کا تھا جس کی شخصیت ابھی تک معلوم نہیں تھی۔

"تمہیں یقین ہے کہ یہ حلیہ صحیح ہے۔؟"

"ہاں" ناصر نے کہا۔ چند سکینڈ خاموش رہنے کے بعد پھر بولا۔ میں نے کچھ لوگوں سے افضل کے بتائے ہوئے حلیے کے مطابق تصویریں بنوائی تھیں۔ افضل نے ان تصویروں کی تصدیق کر دی ہے۔

"اوہ ۔ کہاں ہیں وہ تصویریں۔؟" عمران نے پوچھا اور ناصر نے بڑے میاں کو اشارہ کیا۔ بڑے میاں اٹھ کر چلے گئے۔ ناصر کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔ شاید وہ اپنے آدمیوں کے بارے میں عمران کو نہیں بتانا چاہتا تھا۔ تصویر کا معاملہ اس نے تھوڑا سا غلط بتایا تھا۔

تھوڑی دیر بعد بڑے میاں ایک لفافہ لئے اندر داخل ہوئے اور انھوں نے لفافہ ناصر کی طرف بڑھا دیا۔ ناصر نے تصویریں کھول کر عمران کے سامنے رکھ دیں۔ عمران انکو دیکھنے لگا۔ اگر یہ تصویریں صرف حلیہ دیکھ کر بنائی گئی تھیں تو انھیں بنانے والا کوئی معمولی آرٹسٹ نہیں ہے۔ کیونکہ تصویریں ہو بہو پروفیسر عابد اور اس کی لڑکی اور چپٹی ناک والے سے ملتی تھیں۔

●

وہ کئی منٹ تک تصویروں کو دیکھتا رہا۔ پھر ایک لمبی سانس لیکر انھیں رکھ دیا۔ ناصر اس دوران اس کی شکل دیکھتا رہا۔

"تم نے ان لوگوں کو تلاش کرایا۔" عمران نے پوچھا۔

"کافی کوشش کی، لیکن ابھی تک ان کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہو سکا۔"

"اس بات پر مجھے سخت حیرت ہے۔"

"اوہ۔ تو کیا آپ؟" ناصر نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں۔ لیکن پوری کہانی سننے کے بعد بتاؤں گا۔" عمران نے کہا۔

"چلیئے۔ ایک بہت بڑا کام بن گیا۔ اگر آپ انہیں جانتے ہیں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ بہر حال یہ تھی کہانی کی ابتداء۔ اس کے بعد میری لیباریٹری کے چند حساس آلات نے بتایا کہ کوئی ریڈیائی شے ان کے آس پاس منڈلا رہی ہے، انھوں نے اس کے مسلسل ریکارڈ کئے تھے۔ اس بات پر سخت حیرت ہوئی کہ آخر وہ کیا چیز ہو سکتی ہے کافی تگ و دو کے بعد خیال آیا کہیں میری لیباریٹری کے خلاف جاسوسی کی جا رہی ہے اور میں نے اسی لائن پر سوچنا شروع کر دیا۔ میں نے انتہائی چھوٹے اور طاقتور کیمرے لیباریٹری میں فٹ کیئے تاکہ اس چیز کی تصویریں لے سکیں، اور مجھے اس میں کامیابی ہوئی۔ وہ ایک چھوٹا سا گول سیارہ تھا جس کا قطر کسی فٹ بال کے برابر تھا۔

"اوہ" عمران کے منہ سے حیرت زدہ سی آواز نکلی۔

"ہاں۔ اتنا چھوٹا سیارہ اس سے قبل نہیں بنایا گیا ہو گا۔ درحقیقت

عمران صاحب! وہ سائنس کا عظیم ترین کارنامہ ہے۔ جس نے بھی وہ سیارہ بنایا تھا وہ معمولی دماغ نہیں ہے وہ ہر طرح ایک مکمل سیارہ تھا۔

بہرصورت مجھے ایک سیارہ کی تفاصیل معلوم ہوئیں اور میں نے سوچا کہ اگر اس نے میری لیباریٹری کی تصاویر لے لی ہیں تو مجھے زبردست نقصان پہنچ چکا ہے، میں نے اس سیارہ کی تاک میں ایک ہفتہ سے زیادہ برباد کیا آخر ایک دن میں نے اسے گرا دیا۔

"مار گرایا" عمران پھر چونک پڑا۔

"ہاں۔ میں نے ایک خاص شعاعی گن تیار کی تھی۔ سیارے کے ٹکڑوں کو میں نے جمع کیا، ان کے کیمیائی تجزیہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ سیارہ بنانے والا دماغ معمولی نہیں ہے۔ اس کے بعد گوریلا کا واقعہ پیش آیا۔ یہ بات صاف ہو گئی کہ گوریلا وہاں لایا گیا تھا۔ اور اس کا مقصد اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا کہ جزیرے کا کام کچھ التوا میں پڑ جائے۔ کوئی مجھے میرے کاموں سے روکنا چاہتا ہے۔ لیکن کیوں؟ یہ ابھی تک نہیں معلوم ہو سکا" ناصر نے داستان ختم کی۔

عمران کے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں اب تو کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہی تھیں۔ یقیناً ناصر اور وہ دونوں ایک ہی راستے پر تھے، لیکن ایک طرح عمران ناصر سے آگے تھا۔ اسے ان لوگوں کے بارے میں مکمل معلومات حاصل تھیں جو ان معاملات میں ملوث تھیں۔ اور اب یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ گئی تھی کہ وہی لوگ ناصر کے جزیرے پر گوریلا بھیجنے کے ذمہ دار تھے۔

"آپ نے کون سا راستہ اختیار کیا ہے۔؟"

"کلیجہ تھام لیجیے، پھر سنو داستاں میری۔ کہ اس داستان سے بہت سے رازوں کی نقاب کشائی ہوتی ہے" عمران کہنے لگا، پھر بولا۔ "ہاں تو حضرت واقعہ"

اس فیز پر تفصیر کی بہانسے شروع ہوتی ہے کہ محکمہ سراغرسانی کا ایک سپرنٹنڈنٹ احمقوں کا استاد، سیکریٹریاں بدلنے میں طاق اپنی نئی سکریٹری کو بغرض سیر قصبہ رحیم پور لے گیا۔ وہاں سے واپسی اسے ایک لاش ملی۔ جسے اس کے سامنے گردن دبا کر مار دیا گیا تھا۔

"ہاں وہ واقعہ میں سن چکا ہوں مگر۔

لاش ہمارے ملک کے مشہور سائنسداں پروفیسر عابد درانی کے اسسٹنٹ رضوی کی تھی، اس کے بارے میں اس کی کار سے پتہ چلا جو ایک الیکٹرک پول سے ٹکرائی تھی! بہرحال پھر چرخہ چل پڑا اور میں اور فیاض عابد درانی تک پہنچے۔

"میں اس عابد درانی کو نہیں جانتا عمران صاحب! ناظر نے سرسراتے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"وہ کوئی سوشل حیثیت نہیں رکھتا، ویسے کروڑپتی آدمی ہے لیکن حکومت اسے اچھی نظروں سے نہیں دیکھتی ..... خیر تو معاملہ مجھ تک پہنچ گیا۔ میں بھی فیاض کے ساتھ عابد درانی کے عالیشان مکان پر گیا جہاں اس کی عظیم ترین لیبارٹری بھی ہے۔

"اوہ، اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ابھی اس ملک کے خاص لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ جبکہ مجھے یہ جاننا ضروری تھا"

"بیشک" ہاں تو میں یہی کہہ رہا تھا کہ تقریباً پینسٹھ اور ستر سال کی عمر ہونے کے باوجود جو قابل رشک صحت کے مالک پروفیسر عابد نے ہمیں انتہائی سردمہری کے ساتھ ریسیو کیا۔ اس نے سیدھے منہ بات نہیں کی۔ لیکن جب رضوی کی لاش کا حوالہ دیا گیا تو وہ سنجیدہ ہو گیا، اور اپنی سردمہری پہ معذرت کی۔ پروفیسر عابد کی لڑکی فریدہ جو اس کی اسسٹنٹ بھی ہے۔ وہ مجھے جانتی ہے اور میری اس سے خاصی

ملاقات بھی ہے۔ لیکن اس وقت اس نے مجھے نہیں پہچانا اور اجنبیت سے پیش آئی۔ میں اسے پروفیسر کے پاس سے ہٹا کرلے گیا۔ میں نے علیٰحدہ میں گفتگو کرنی چاہی۔ لیکن یہاں چپٹی ناک والا ملازم پہلے سے موجود تھا جو چھپ کر ہماری گفتگو سن رہا تھا۔

"خدا کی پناہ" ناصر کے منہ سے نکلا...... عابد درانی

"پوری بات سنو یار، ابھی تو کچھ بھی نہیں ہے،، عمران نے کہا اور ناصر کی طرف دیکھنے لگا۔

"مختصر یہ کہ میں وہاں سے چلا آیا اور پھر میرے آدمی اسکی کوٹھی کی نگرانی کرنے لگے۔ مجھے اسی وقت عابد کے کردار پر شبہ تھا لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے ایک بات اور بھی محسوس کی تھی وہ یہ کہ پروفیسر عابد کی گفتگو میں تصنع بالکل نہیں پایا جاتا تھا جیسے وہ کسی مشین کے ذریعہ سے بول رہا ہے، یہی وجہ شاید فریدہ کے نہ پہچاننے کی وجہ تھی اور اسی بات نے مجھے مشکوک کر دیا۔ بہرحال میرے آدمی اس کی کوٹھی کی نگرانی کرنے لگے کہ ایک پُراسرار واقعہ پیش آگیا۔

"وہ کیا۔؟"

"ایک رات جب وہ کوٹھی کے سامنے آرام کر رہے تھے ایک عجیب الخلقت انسان نے اُن پر حملہ کر دیا اور اس کے پورے جسم پر بال تھے۔ اور وہ بے انتہا قد آور تھا۔ بہرحال ان لوگوں کو اس پر فائر کرنا پڑا۔ لیکن اس کا نتیجہ۔ خدا کی پناہ۔ ایک زبردست دھماکہ ہوا اور بریتھو روڈ ہل گیا۔

"اوہ۔ بریتھو روڈ کا دھماکہ۔ اس کے بارے میں اخبار میں بھی پڑھ چکا ہوں۔ لیکن کچھ تفاصیل نہیں آئی تھی" ناصر نے کہا۔

"مناسب بھی نہیں تھا" عمران نے کہا۔ "بہرحال دھماکہ کے ساتھ میرے ساتھیوں کے جسم گاڑھے خون سے لت پت ہو گئے اور مجبوراً انہیں نگرانی چھوڑ کر

واپس آنا پڑا اور یہ ظاہر ہو گیا کہ پروفیسر عابد کو اس نگرانی کی اطلاع ہو گئی تھی۔ لیکن پچھلے والا آدمی معمہ تھا۔ اس معمہ کو سلجھانے کے لئے میں نے فون کیا لیکن تم سے ملاقات نہ ہو سکی، تمہارے علاوہ میرے ایک اور مربی سائنسدان دوست ڈاکٹر داؤد ہیں جن سے تم سیاہ بغاوت والے کیس میں مل چکے ہو۔ لیکن وہ ابھی اس لیبارٹری سے واپس نہیں لوٹے جو تباہ ہو چکی ہے۔ بہر صورت ان باتوں سے یہ بات پایۂ تکمیل تک پہنچ گئی کہ عابد کے یہاں ہی کچھ گڑبڑ ہے۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں عابد کی کوٹھی کی تلاشی لوں گا، اور کل رات میں اس کی کوٹھی میں داخل ہو گیا۔

" اوہ " ناصر کے چہرے پر تحیر اور اشتیاق تھا

لیکن وہاں کے مکیں میرے استقبال کے لئے تیار تھے۔ تاہم میں نے ایک منظر دیکھا کہ چپٹی ناک والا ملازم ایک شاندار سوٹ میں سمارٹ نظر آ رہا تھا اور وہ ایک شخص سے گفتگو کر رہا تھا۔

پھر اچانک میرے اوپر تین بلاؤں نے حملہ کر دیا۔ یہ انسان ہی تھے لیکن ان کے چہرے پر عجیب سی وحشت تھی اور اس پر بال اُگے ہوئے تھے۔ اس وقت چپٹی ناک والا اپنے ساتھی کے ساتھ باہر نکل آیا اور اس نے اس قسم کی گفتگو کی جیسے وہ پہلے سے میری آمد کا منتظر تھا۔ لیکن میں نے ان وحشیوں کو اچھی طرح نچا دیا، لیکن بالآخر میں ان کے قبضے میں آ گیا اور مجھے بے ہوش کر کے قید کر دیا گیا۔ ہوش میں آنے کے بعد میں نے خود کو ان کے قبضے میں پایا۔ تھوڑی دیر بعد چپٹی ناک والا میرے پاس آیا اور اس نے مجھے ہپناٹائز کرنے کی کوشش کی۔ اس نے مجھے حکم دیا کہ میں اس کا وفادار بن جاؤں۔ وہ مجھے بھی ان وحشیوں میں سے ایک بنانا چاہتا تھا۔ لیکن میں اپنی قوتِ ارادی سے ہپناٹائز نہیں ہو سکا۔ لیکن میں نے

اداکاری ایسی کی جیسے میں ہپناٹائز ہو گیا ہوں، وہ مطمئن ہو گیا۔ اس طرح وہاں سے نکلنے کا مجھے موقع مل گیا۔ لیکن شاید اسے میرے فرار کی اطلاع مل گئی۔ اور جیسے ہی گیٹ سے نکلا مجھے تینوں وحشی اپنی طرف آتے ہوئے نظر آئے، کسی نہ کسی طرح میں اپنی کار تک پہنچ گیا۔ پھر میں نے عجلت سے کار اسٹارٹ کر دی۔ مسٹر ناصر، تینوں وحشی میری کار کے ساتھ دوڑ رہے تھے۔ کار کی رفتار کے ساتھ ان کی رفتار بھی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ ستر میل کی رفتار سے میرے ساتھ دوڑتے رہے۔ اس لئے مجھے اندیشہ ہو گیا کہ کسی لمحہ وہ میرے اوپر چڑھ آئیں گے، پھر میں نے رفتار نوّے میل کر دی، تب کہیں وہ کچھ پیچھے ہونے لگے۔ اس کے بعد تین خوفناک دھماکے ہوئے اور میرے ہاتھ اسٹیرنگ پر بہک گئے۔ بمشکل تمام میں ایک حادثہ سے بچ گیا۔ لیکن اس دھماکہ سے قرب و جوار میں زبردست نقصان ہوا۔ بہت سی عمارتیں کریک ہو گئیں۔ کافی لوگ زخمی ہو گئے۔ سڑک کے ایک حصے پر خون ہی خون پھیل گیا۔"

عمران نے ایک ایک تفصیل بتائی۔ ناصر کے علاوہ بڑے میاں کا منہ بھی حیرت سے پھیلا ہوا تھا۔ ان کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔

"رات کو وہ دھماکے بھی میں نے سنے تھے عمران صاحب! لیکن اس کے پس منظر میں ایسی کوئی کہانی ہو گی یہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ درحقیقت آپ نے میرے سامنے واقعات کی ایک کتاب کھول دی ہے۔ اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ میں نے ابھی تک کچھ بھی نہیں کیا ہے۔ آپ مجھ سے بہت آگے بڑھ چکے ہیں حالات اور واقعات انتہائی پُراسرار ہیں۔ خاص طور پر یہ معلوم کر کے مجھے حیرت ہوئی ہے کہ پروفیسر عابد اور اس شخص نے اس انداز میں تمہارے جزیرے کو دیکھنے کی کوشش کی تھی، لیکن اس کوشش کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

"عمران صاحب! یہ پورے معاملات ایک زنجیر کی طرح ایک دوسرے منسلک ہیں، لیکن گوریلے کا وجود حیرت انگیز ہے۔
"اس سلسلے میں بھی شاید میں کچھ بتا سکوں گا"
"اوہ -!" ناصر نے سوالیہ نظروں سے عمران کو دیکھا۔
"کچھ عرصہ قبل چڑیا گھر سے گوریلے کا ایک بچہ چرالیا گیا تھا۔ اور یہ خبر اخبار میں شائع ہوئی تھی۔
"ٹھیک ہے! میں سمجھ رہا ہوں۔ مگر یہ"
"یہ دیکھو۔" عمران نے جیب سے ٹین کی ڈبیہ نکالی اور ناصر کے سامنے رکھدی
ناصر نے ڈبیہ کو کھول کر دیکھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحہ تعفن کی وجہ سے اس نے ناک پر ہاتھ رکھ لیا۔ "یہ کیا ہے -؟"
"یہ ان تینوں وحشیوں کا خون ہے - دھماکوں کے بعد ان کا پورا جسم صرف اس خون کی شکل میں سڑک پر پھیل گیا۔ ہڈیاں اور سر غائب ہو گئے۔"
"خدا کی پناہ" ، ناصر کے منہ سے نکلا۔
"میں نے یہ تحفہ خاص طور سے تمہارے لیے حاصل کیا تھا۔ یہی خون وہاں ملا تھا۔ تاکہ تم اس کا تجزیہ کرو۔ اور ممکن ہے، کہ اس خون سے تم کسی بات کا پتہ چلا سکو جس کے ذریعہ گوریلے کا ایک چھوٹا سا بچہ دیو قامت بن مانس بن گیا۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر پروفیسر عابد کی لیبارٹری ہی ان حادثات کا مرکز معلوم ہوتی ہے۔"
"مجھے افسوس ہے عمران صاحب کہ میں آپ سے پہلے کیوں نہیں مل سکا۔ میں نے ان لوگوں کو بہت تلاش کیا..... لیکن..... ابھی مجھے ایک خطرہ ہے۔"
"وہ کیا -؟"
"آپ کے فرار سے وہ شخص ضرور محتاط ہو گیا ہو گا۔ اور اب شاید وہ لوگ

یہاں نظر نہ آیئں " ناصر نے کہا۔

" ایسا ہونا تو چاہیئے۔ لیکن ان کارناموں کے لئے عابد کی لیبارٹری استعمال کی جارہی ہے تو شاید اتنی آسانی سے وہ اسے نہ چھوڑ سکیں۔ ممکن ہے انہوں نے اپنی حفاظت کے مکمل انتظامات کر لیے ہوں "۔

"ہوں " ناصر گردن ہلا کر پھر بولا " اب کیا پروگرام ہے پہلے میں خون کا تجزیہ کروں یا ہم دونوں پروفیسر کے مکان پر چلیں اور ان کو چیک کریں۔

" خون کا تجزیہ کرو۔ چپٹی ناک والا اگر فرار ہونا چاہتا تو کبھی کا ہو جاتا، خون کا تجزیہ کر کے تم ان وحشیوں کا اندازہ لگا سکتے ہو " عمران بولا۔

" ایک اور خیال میرے ذہن میں ہے عمران صاحب! "

" کیا۔؟ "

" اگر وہ کسی قسم کے تجربے کر کے انسانوں کو وحشیوں کی شکل دیتا ہے تو یہ نوجوان کہاں سے آئے ہوں گے، اپنی خوشی سے تو ایسے تجربے کے لئے تیار نہ ہوا ہو گا۔ ناصر نے کہا

" اوہ۔ عمران چونک پڑا " دراصل عمران نے سوچا بھی نہ تھا۔ ناصر کا خیال ٹھیک تھا۔ اس طرح تو۔ چار انسان بھی قتل کر دیئے گئے۔ نہ جانے کتنے انسانوں کو وہ اس جنون کی بھینٹ چڑھا چکا ہو گا "۔

" خون کی کیمیاوی رپورٹ کی سخت ضرورت ہے۔ اس کے بعد ہی ہم لوگ کوئی قدم اٹھائیں گے۔ " عمران بولا۔

" تب آیئے۔ میں ابھی اس سلسلے میں کام شروع کرتا ہوں " ناصر نے کہا اور پھر وہ دونوں اٹھ گئے " آیئے انکل؟ " ناصر نے بڑے میاں سے کہا۔ اور پھر تینوں مینار والی لیبارٹری کی طرف چل پڑے۔ لفٹ نے انہیں دوسری منزل پر پہنچا دیا۔ ناصر نے عمران کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور خود بڑے میاں کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

تقریباً ایک گھنٹے تک ناصر سخت مصروف رہا اور پھر وہ خون کے تجزیہ کی مکمل رپورٹ لے کر عمران کے پاس آیا اس کے چہرے پر شدید ترین حیرت کے آثار تھے "
یہ ایک بالکل نئی دریافت ہے عمران صاحب، انتہائی ہی عجیب دریافت یہ انسانی گوشت، خون اور ہڈیوں کا ملغوبہ ہے اسے صرف خون نہیں کہا جا سکتا ہے، ایک ایسا سیال اس خون میں شامل کیا گیا ہے۔ جس سے اس کے اندر بارودی قوت پیدا ہو گئی ہے۔ یہ سب کچھ اس طرح کیا گیا ہے اس سلسلہ میں ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ جلا ہوا خون ہے اور اس کے اجزا جل کر ختم ہو گئے ہیں۔ اگر تازہ خون مل جائے تو اس کے اجزا لے تر کیبی کا پتہ چلایا جا سکتا ہے۔" ناصر نے کہا۔

" جلا ہوا خون! شاید اسی لیے میرے آدمیوں نے ایسے ہی ایک انسان پر گولی چلائی تھی تو وہ دھماکے سے پھٹ گیا تھا۔ اور یہ وحشی میری کار کے پیچھے تیزی سے دوڑ پڑے، کیا اتنی تیز رفتار سے دوڑتے سے اور زیادہ دیر تک دوڑنے سے اس حیرت انگیز خون میں اتنی حدت پیدا ہو گئی کہ اس نے آگ پکڑ لی اور اس طرح وہ پھٹ گئے۔"

" شاندار" بہت عمدہ، یہ سو فیصدی ممکن ہے۔ عمران صاحب اس طرح اس جلے ہوئے خون کا راز حل ہو جاتا ہے" ناصر پرجوش انداز میں بولا۔

" بہر حال ان تمام حالات کی روشنی میں ہمیں فیصلہ کرتے ہیں کہ آخر مجرم تمہارے جزیرے سے کیا چاہتا ہے، پروفیسر عابد اور زبیدہ کا کردار کیا ہے، اور یہ کہ اس کے ساتھ کون لوگ ہیں۔ میرے خیال میں اب اس سلسلے میں کافی محنت سے کام کرنا ہوگا۔

"میں ان لوگوں کو دیکھنا چاہتا ہوں خاص طور سے چپٹی ناک والے کو،" ناصر نے کہا اور پھر وہ اور عمران کافی دیر تک آئندہ کے لئے پروگرام بناتے رہے۔

دیو ہیکل ٹرک پرانی عمارت کے لمبے چوڑے پھاٹک کے سامنے رک گیا۔ عمارت کا چوکیدار فوراً ہی ٹرک کے قریب پہنچ گیا۔ جلدی سے اس نے پھاٹک کھولا اور ٹرک کے اندر داخل ہو گیا وہ پرانی عمارت کے ساتھ لگے ہوئے صدر دروازہ کے قریب رک گیا۔ اس وقت اندر سے تین آدمی نکلے۔ اُن میں سے ایک فیڈرو تھا۔ وہ اس وقت بھی کافی اسمارٹ نظر آ رہا تھا۔ اسکے دونوں ساتھی غیر ملکی تھے۔ اور فیڈرو کی ہم نسل معلوم ہوتے تھے۔

ٹرک کی ڈرائیونگ سیٹ سے پستہ قد جوگر باہر نکلا اور اتر کر اُن کے قریب پہنچ گیا۔

"سب خیریت ہے۔" فیڈرو نے پوچھا۔

"بالکل جناب!"

"تعاقب وغیرہ کا تم نے خیال رکھا ہوگا۔"

"بہت اچھی طرح۔ میں نے اسی لئے دو آدمیوں کو پیچھے بٹھایا تھا۔ اور اُن کی ڈیوٹی یہ تھی کہ وہ آسمان پر اور عقب میں نگاہ رکھیں۔"

"آسمان پر۔؟"

"جی ہاں۔ ناصر اور عمران کے وسائل لامحدود ہیں۔ وہ ضرورت کے وقت ہیلی کاپٹر بھی حاصل کر سکتے ہیں۔" جوگر نے جواب دیا۔

"اوہ گڈ۔ تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ تم واقعی ذہین ہو۔ مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے"

ٹرک سے تقریباً دس آدمی اترے۔ آٹھ آدمی عمارت کے اندر سے نکل آئے تھے۔ اِن سب نے مل کر ٹرک کے اندر رکھی ہوئی ایک مشین اتاری اور ساتھ ہی ایک

ہوئی پٹیاں بھی تھیں۔ سب سامان جوگر کی نگرانی میں اندر پہنچا یا گیا۔ پھر جوگر، نیڈرو اور اس کے دونوں ساتھی عمارت کے ایک کمرے میں آگئے۔ کمرے کی دیواریں بالکل بھدی تھیں لیکن اس میں اعلیٰ درجہ کا فرنیچر تھا۔

"اس عمارت کو عام نظروں سے بچانے کے لئے بہت کوشش کرنی ہے، ہر چند کہ اس طرف عام گزرگاہ نہیں ہے۔ تاہم کبھی نہ کبھی کوئی اس طرف آ ہی نکلتا ہو" نیڈرو کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"جی ہاں جناب! میری بھی یہی خواہش ہے کہ چند لوگوں کی مستقل ڈیوٹی اس سلسلے میں لگا دینی چاہیئے۔ کہ وہ اطراف میں نگاہ رکھیں اور اگر کوئی اس طرف آئے تو فوراً اطلاع دیں۔

"میں اس کا دوسرا انتظام کر دوں گا، تم اس کی فکر نہ کرو۔" نیڈرو مسکرا کر بولا۔ البتہ اس بات کا خیال رکھو کہ ان کی وجہ سے اس طرف متوجہ نہ ہو"

"میں نے سخت ہدایات کر دی ہے، اور مزید کہہ دوں گا" جوگر بولا "لیکن جناب عمران کا نکل جانا کچھ اچھا نہیں ہوا۔"

"مجھے احساس ہے مسٹر جوگر، مگر میں کسی خطرے سے نہیں گھبراتا۔ اُسے اپنا کام کرنے دو، مسٹر بینل خاص طور پر اسی کے لئے بلائے گئے ہیں۔ اُس نے اپنے ایک ساتھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ جو مناسب قد و قامت کا تھا۔ لیکن آنکھیں انتہائی سیاہ تھیں۔ وہ دھیرے دھیرے مسکرا رہا تھا۔

اس کے علاوہ پروفیسر عابد کا بھی خیال رکھنا۔ جب تک اس طرح گاڑی چلتی ہے اسے چلنا ہی چاہیئے۔" نیڈرو نے کہا۔

"یس سر۔ اب میرے لئے کیا حکم ہے۔" جوگر نے کہا۔

"کچھ نہیں ہے۔ مگر مجھے چار آدمیوں کی ضرورت ہے۔ تاکہ ان لوگوں کو پریشان

کیا جا تا رہے۔ میری خواہش ہے کہ یہاں کی پولیس کی کارکردگی کچھ اور بڑھ جائے۔ اسے بھی نہ کسی معاملہ میں الجھا رہنا چاہیئے تاکہ اُن کے ذہن میری طرف متوجہ نہ ہو۔ تم چار نوجوانوں کا بندوبست کرو۔ میں انھیں انجکشن دے کر کارآمد بنالوں گا۔

"بہتر ہے میں کوشش کرکے ایسے لوگ مہیا کردوں گا"۔ جوگر بولا۔

"او۔ کے۔ اب تم احتیاط سے واپس جاؤ۔ اور اپنا کام کرنے کے بعد اطلاع"

"یس سر"۔ جوگر نے کہا "اور مصافحہ کرکے آگے بڑھ گیا۔



حالات کافی پیچیدہ تھے اس لیئے کافی محتاط ہو کر کام کرنا پڑ رہا تھا۔ اس بات کا اندازہ عمران اور ناصر کو ہوگیا تھا کہ اسبار اُن کا واسطہ ایک خطرناک انسان سے پڑا ہے جو نہ صرف سائنسی طور پر طاقتور ہے بلکہ اسکی مجرمانہ ذہنیت اور دلیری کا بھی جواب نہیں ہے۔ اس کا ثبوت یہ تھا کہ چپٹی ناک والا پروفیسر عابد کی کوٹھی کو اب بھی استعمال کر رہا تھا۔ اس نے اپنی انتہائی صلاحیتیں صرف کردی تھیں۔ اس بار بلیک زیرو پروفیسر عابد کی کوٹھی کی نگرانی کر رہا تھا۔ پوری ہوشیاری سے۔

ناصر اور عمران نے گفتگو کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ ابھی کچھ دیر ان لوگوں کو نہ چھیڑا جائے بلکہ اس ردعمل کا انتظار کیا جائے جو عمران کے وہاں سے فرار ہو جانے کے بعد ہوگا۔

لیکن وہ انتظار ہی کرتے رہ گئے۔ نہ تو عمران کیخلاف ابھی کوئی کارروائی کی

گئی اور نہ چپٹی ناک والے نے وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی۔ وہ آزادانہ طور پر وہاں اپنا کام کر رہا تھا۔ ناہم بہت محتاط تھا۔ ویسے اس کے جزیرے پر کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ لیکن تمام حفاظتی انتظامات اس نے مکمل کر رکھے تھے۔ گورنمنٹ کا اس سلسلے میں اسے پورا تعاون حاصل تھا۔ ایک بہترین آبدوز جزیرے کے اطراف کو چیک کر رہی تھی، تاکہ زیر سمندر کوئی کارروائی نہ ہو سکے۔ ان دونوں نے مل کر فیصلہ کیا تھا کہ پروفیسر عابد کی کوٹھی کو چیک کریں گے۔ اس کے انتظامات کی ذمہ داری عمران نے اپنے سر لی تھی، اور اسی وقت وہ انتظامات کر کے لوٹا تھا۔ اس وقت بھی وہ پچھلے دروازے سے اندر پہنچا تھا۔ کال بیل دباتے ہی دروازہ کھل گیا۔

"کپتان صاحب اندر موجود ہیں۔" سلیمان نے دبے لفظوں میں کہا۔

"ٹھیک ہے،" عمران نے کہا اور اندر داخل ہو گیا۔ بیل کی آواز سن کر فیاض دروازہ سے باہر نکل آیا اور گھڑی دیکھ کر بولا۔ "پورے آدھے گھنٹے سے انتظار کر رہا ہوں۔"

"معاف کرنا ڈیر! راستہ میں میری سالی مل گئی تھی۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"سالی!" فیاض نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں ڈیر ڈارلنگ! بیوی کی لکیر تو اپنے ہاتھ پر ہے ہی نہیں، میں نے سوچا کہ پھر سالی سے کیوں محروم رہوں۔ اس لئے میں نے آج کل دو تین سالیاں پال رکھی ہیں۔"

"بکواس کے موڈ میں ہو۔"

"ایک نہیں بلکہ دو تین، پھر خاصی خوبصورت!" عمران نے کہا۔

"مگر وہ سالیاں کس طرح ہو گئیں جبکہ بیوی نہیں ہے۔" فیاض بولا۔

"یہی تو جدت ہے، بیوی کے ساتھ تو سب سالی رکھتے ہیں۔ مگر......"

"تمہاری منطق ہی نرالی ہے۔ بہر حال میں اس جھگڑے میں نہیں پڑتا۔ ویسے

میں نے تمہارا کام کر دیا ہے ۔" فیاض نے کہا ۔

"اوہ گڈ ۔ کام کے آدمی ہو ۔ کیا رہا ۔"

"تمہارا خیال ٹھیک ہے ۔ مگر یہ سب کچھ تم نے کیوں معلوم کیا ہے ۔؟"

" وہ بعد میں بتاؤں گا ۔ پہلے تم بتاؤ ۔" عمران نے ایک صوفے پر پاؤں پھیلا کر کہا ۔

" پورے شہر کے تھانوں سے نو آدمیوں کے گمشدگی کی اطلاع ملی ہے ۔ یہ سب نوجوان تھے اور غریب طبقے سے تعلق رکھتے تھے ۔ یہ سب لوگ پُراسرار طور پر غائب ہو گئے تھے ۔ ان کے گم ہونے میں دس پندرہ دن کا وقفہ تھا ۔"

" ہوں ۔" عمران گردن ہلا کر بولا ۔ کسی کے بارے میں کوئی سراغ نہیں ملا ۔"

" ذرا بھی علم نہیں ہو سکا ۔"

" شکریہ فیاض ! بس مجھے یہی معلوم کرنا تھا ۔"

" مگر ان کی گمشدگی کا کیا کوئی خاص مقصد ہے ۔؟"

" میں خود غائب ہونا چاہتا ہوں ۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا ۔

" پھر لائن سے اترے ۔"

" سچ کہہ رہا ہوں فیاض ! ۔ اس پاپی دنیا سے دل بھر گیا ہے ۔ جب بیوی ہی نہ ہو تو سالیوں کا کیا اچار ڈالوں گا ۔ ویسے تمہاری سکریٹری تو ہے ہی ۔"

" میں سمجھ گیا ۔ تمہارا کام نکل گیا ہے ۔ اور اب تم مجھے بور کر کے بھگانا چاہتے ہو ۔" فیاض منہ پھلا کر بولا ۔

" ارے نہیں ڈیر ! تم زیادہ ہی حقیقت پسند ہوتے جا رہے ہو ۔"

" دیکھو عمران یہ بات ٹھیک نہیں ہے ۔ آخر میری پریشانی کا بھی خیال کرو ۔"

" ڈیڈی سے ملاقات ہوئی تھی ؟"

" اکثر ہوتی رہتی ہے ۔ جب ان کا کسی کو جھاڑنے کا موڈ ہوتا ہے ۔ وہ مجھے بلوالیتے ہیں

فیاض نے بے چارگی سے کہا عمران کو اس پر رحم آگیا۔
"آئندہ اگر بلوائیں تو بے تکلفی سے کہہ دینا کہ تم اس سلسلے میں کام کر رہے ہو اور بہت جلد تمام وارداتوں کا سراغ لگا لوگے۔"
"وہ کیسے؟" فیاض نے پوچھا۔
"میں اس سلسلے میں کام کر رہا ہوں۔ یوں سمجھ لو کہ ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل ہو گئی ہیں۔"
"اوہ۔ تو گمشدہ لوگوں کا تعلق بھی اسی کیس سے ہے۔"
"بالکل! اب زیادہ کچھ نہیں بتاؤں گا۔" عمران نے کہا۔
"خیر یہی غنیمت ہے کہ تم کام کر رہے ہو۔" فیاض نے کہا اور کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا۔
"ٹھیک ہے، اب مجھے اجازت دو۔" فیاض نے عمران سے مصافحہ کیا اور مسکراتا ہوا چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد عمران نے سلیمان کو آواز دی۔ سلیمان اندر آگیا۔
"کوئی خاص بات۔" عمران نے پوچھا۔
"کچھ نہیں۔ بس دو مرتبہ کسی نامعلوم آدمی کا فون آیا تھا۔ آپ کو پوچھا اور جب میں نے کہا کہ صاحب نہیں ہیں تو اس نے فون بند کر دیا۔"
"ہوں!" عمران نے گردن ہلائی اور پھر دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اندر سے اس نے دروازہ بند کر دیا اور میک اپ بکس نکال کر میک اپ شروع کر دیا۔ تقریباً بیس منٹ تک وہ اپنے چہرے کی مرمت کرتا رہا۔ اب وہ ایک کٹر شرابی نظر آرہا تھا۔ صورت سے کافی بارعب معلوم ہوتا تھا۔ پھر اس نے سلیمان کو آواز دی۔ سلیمان اندر آنے کے بعد پہلے تو ذرا جھجکا پھر لمبی سانس لیکر بولا کیا بات ہے؟
"ذرا ہوشیار رہنا۔ ممکن ہے کچھ لوگ اندر آنے کی کوشش کریں۔"
"بہتر ہے جناب! آپ کہیں تو اندر آنے والوں کو شوٹ کر دوں۔"
"ایسی کوئی حرکت نہ کرنا۔" عمران نے کہا اور دروازہ کی طرف بڑھ گیا۔

اور پھر وہ دروازہ کھول کر زینے کیطرف چل دیا، وہ کوئی رسک لینے کو تیار نہ تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ٹیکسی کے ذریعہ بنڈ ونگ کاٹیج کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں اس نے تعاقب کا خاص خیال رکھا تھا۔ لیکن تعاقب نہیں کیا گیا تھا۔ اس نے بنڈونگ کاٹیج سے کافی فاصلے پر ٹیکسی رکوا دی، ڈرائیور کو بل ادا کر کے وہ بنڈونگ کاٹیج کیطرف روانہ ہو گیا۔

یہاں بھی نگرانی کا اندیشہ تھا۔ اس نے چاروں طرف کا جائزہ لیا لیکن کوئی ایسا آدمی نظر نہ آیا جس پر شبہ کیا جا سکتا۔ پھر وہ بنڈونگ کاٹیج میں داخل ہو گیا۔ اندر ناصر اس کا انتظار کر رہا تھا، ناصر کے چہرے پر بھی لاجواب میک اپ تھا وہ ایک ادھیڑ عمر آدمی نظر آ رہا تھا۔ بال کھچڑی تھے۔ اور کہیں کہیں سفید مونچھیں بھی جھانک رہی تھیں، بیک نظر عمران بھی اسے نہ پہچان سکا۔

"کیا حال ہے۔؟" اس نے عمران سے پوچھا۔

جواب نہیں!" عمران نے کہا۔

"بہر حال اتنی محنت کے باوجود بھی میں آپ کا ہم پلہ نہیں ہو سکا" ناصر نے عمران کے میک اپ کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ بڑے میاں کی طرف رخ کر کے بولا "اچھا انکل اب آپ سیدھے جزیرے پر چلے جائیں اور وہاں سے اسٹیمر ضرور واپس بھیج دیں ممکن ہے مجھے بھی وہاں جانا پڑ جائے۔

بڑے میاں نے عمران کو گھورتے ہوئے گردن ہلائی۔ اور ناصر اور عمران ایک جیپ کی طرف بڑھ گئے مگر دوسرے ہی لمحہ جیپ بنڈونگ کاٹیج سے نکل گئی۔

"اس سلسلے میں آپ نے معلوم کیا ہے" راستے میں ناصر نے پوچھا جو ڈرائیونگ سیٹ پر تھا۔

"ہاں ہمارا اندازہ ٹھیک نکلا۔ کیپٹن فیاض نے کچھ دیر پہلے مجھے رپورٹ دی ہے"۔

"اوہ کتنے آدمی تھے وہ، اور ان کی کیا پوزیشن ہے؟" ناصر نے پوچھا

"شہر کے مختلف تھانوں میں نو آدمیوں کے گم ہونیکی رپورٹ درج ہے، وہ سب غریب تھے"

جوزف ناہر چیرا زخیال انداز میں بولا۔ "اس کا مطلب یہ ہے عمران صاحب کہ یہ ایک ادرامیہ ہے۔ غریب نوجوانوں کو اغوا کرکے یہ تجربات کیئے جا رہے ہیں۔ خدا کی قسم میری تو خواہش ہے کہ وہ زندہ نظر آجائیں تو اسے گرفتار کرکے اس کے جسم پر چھوٹے چھوٹے زخم لگاؤں اور اس میں تیزاب بھر دوں اور اسطرح سے تمام معلومات حاصل کروں "

"ہمیں بہرصورت صبر سے کام لینا چاہیئے" عمران نے کہا۔

"وہ اس طرح ہمارے ملک میں اٹھارہ خون کر چکا ہے۔ اور نجانے کتنے کریگا۔"

"مجھے بھی ان بے گناہوں کے خون کا افسوس ہے۔ لیکن اب بھی بہرحال جذبات سے کام لینا نہیں ہو گا۔ جبتک پوری اصلیت معلوم ہو جائے" عمران نے کہا اور دونوں اپنے اپنے خیالات میں ڈوب گئے۔



برینڈ روڈ کی شاندار کوٹھی کے سامنے جیپ رک گئی، اور فوراً ہی چوکیدار کا چہرہ نظر آیا — "یس سر!" اس نے گردن نکال کر پوچھا۔

"بات سنو — عمران نے کہا۔ اور پھر کار سے اتر کر پھاٹک کے اندر گھستا چلا گیا۔ چوکیدار اسے تعجب سے دیکھتا رہ گیا۔ عمران نے اندر گھس کر پھاٹک کھول دیا۔

"ارے ارے۔ صاب بات تو سنئے۔ کس سے ملنا ہے...." چوکیدار چیخا اور اس کے پیچھے لپکا۔ لیکن عمران جیپ میں بیٹھ کر گاڑی آگے بڑھا چکا تھا۔

"اس طرف — عمران نے لیبارٹری والی عمارت کی طرف اشارہ کیا اور ناٹر نے

جیپ کا رخ اُس طرف کر دیا۔

"یہ کیا معاملہ تھا۔" ناصر نے پوچھا۔

"یہ کسی کے اندر داخل ہونے سے قبل اُن لوگوں کو فون کر کے اطلاع دیتا ہے۔ اس کے بعد لوگ اندر داخل ہو سکتے ہیں۔ اس دوران اندر انتظامات مکمل ہو جاتے ہیں۔" عمران نے جواب دیا۔

"اوہ۔" ناصر نے گردن ہلائی، اور جیپ روک دی۔ پھر وہ کافی تیزی سے نیچے اترے اور اندر عمارت میں داخل ہو گئے۔ سب سے پہلے اُن کی مڈبھیڑ زبیدہ سے ہوئی۔ وہ اِن لوگوں کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔

"ہیلو۔" عمران نے آگے بڑھ کر کہا۔ "پروفیسر عابد کہاں ہیں مس زبیدہ۔؟"

"اندر موجود ہیں۔" زبیدہ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"براہ کرم ہمیں اُن کے پاس لے چلیے۔" عمران بولا۔

"وہ بہت مصروف ہیں۔" زبیدہ بولی۔

"ہمیں بہت ضروری کام ہے پلیز۔" عمران نے آگے بڑھ کر اس کا بازو تھام لیا۔ اس نے اس بے باکی پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ وہ عمران کے ساتھ واپس مڑ گئی۔ اور پھر وہ لوگ لیبارٹری میں داخل ہو گئے۔ یہاں سے گزر کر وہ ایک دوسرے کمرے میں پہنچ گئے۔ ناصر بڑے اشتیاق سے لیبارٹری کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کمرے میں ذرا فاصلے پر دو آدمی ایک مشین کے پاس موجود تھے۔ ان لوگوں کی آواز سن کر وہ دونوں چونک پڑے، اب وہ ان کے قریب آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ پروفیسر کے چہرے پر درشتی کے آثار تھے۔

"آپ لوگ کون ہیں۔ اور بغیر اجازت اندر کیسے آ گئے۔" وہ سخت لہجے میں بولا۔

"ہماری۔ آپ حضرات میں پروفیسر عابد درانی کون ہے۔" عمران نے آوارہ ہو کر کہا۔ "میں ہوں۔" پروفیسر نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ناصر اس دوران اس

میز پہ پڑے ہوئے سانپ کا جائزہ لے رہا تھا جس کا جسم بیچ سے کچلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ شاید وہ بیہوش تھا۔

"ہم لوگ یہاں بغیر اجازت نہیں آئے ہیں پروفیسر!" ناصر نے بدستور خشکی سے کہا۔

"تم نے اجازت کیسے دی فریدہ؟" وہ فریدہ کی طرف پلٹ پڑا۔

"م... م... میں نے..." فریدہ ہکلا گئی۔

"مس فریدہ نے اجازت نہیں دی پروفیسر بلکہ گورنمنٹ کی اجازت بلکہ حکم سے ہم لوگ یہاں آئے ہیں۔" عمران نے جواب دیا۔

"اوہ" پروفیسر کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ "اس ذلیل ملک میں اس کے سوا اور کیا کیا جا سکتا ہے کہ دوسروں کو پریشان کیا جائے۔"

"آپ کا خمیر بھی اسی مٹی سے اٹھا ہے پروفیسر!" عمران بولا۔

"اجازت نامہ دکھاؤ۔" پروفیسر نے کہا۔ اور عمران نے اندرونی کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال دیا۔

ناصر اس دوران پورے ماحول کا جائزہ لے رہا تھا، اس نے سرسری نظروں سے دوسرے شخص کا بھی جائزہ لیا۔ یہ ڈبی چپٹی ناک والا تھا۔ لیکن اس وقت وہ بالکل بے تعلق کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پہ لاپرواہی کے آثار تھے۔

عمران نے جیب سے اجازت نامہ جو اسے وزارت داخلہ کے توسط سے ملا تھا۔ نکال کر پروفیسر کے ہاتھ میں تھما دیا۔ پروفیسر اسے دیکھتا رہا۔ پھر برا سا منہ بنا کر وہ عمران کو واپس کر دیا۔

"دیکھ لیں یہاں ایٹم بم نہیں بنا رہا ہوں تاکہ اس ملک کو تباہ کر دوں!"

"یہ کیا ہے پروفیسر!" عمران نے میز پہ پڑے ہوئے سانپ کو دیکھ کر کہا

"سانپ ہے — کالا سانپ!"

"آپ اس کا کیا کر رہے ہیں۔"

اس کے جسم کے مختلف حصوں پہ تجربات کر رہے ہیں جناب! ہم سرطان کا علاج دریافت کر رہے ہیں۔ اگر ہم اس میں کامیاب ہو گئے تو یقیناً یہ انسانیت کی ایک عظیم خدمت ہوگی۔" چپٹی ناک والا ایک دم بول پڑا۔

"اوہ۔ آپ کی تعریف پروفیسر!" عمران نے کہا۔

"مجھے فیڈرو کہتے ہیں۔ ڈاکٹر کے دیرینہ دوستوں میں سے ہوں۔ کچھ عرصہ قبل اپنے ملک سے آیا تھا۔ تب سے پروفیسر کا ہی مہمان ہوں۔"

"کیا آپ بھی سائنس سے شغف رکھتے ہیں۔"

"بہت زیادہ۔ میرا بھی یہی سبجیکٹ ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ کسی خاص سلسلے میں منظر عام پہ نہیں آسکا۔" فیڈرو نے مسکرا کر کہا۔

"خوب۔ آپ تو خاصے دلچسپ آدمی نظر آ رہے ہیں۔ بہر حال مجھے افسوس ہے کہ ہم لوگ آپ کی مصروفیات میں ہارج ہوئے۔ لیکن بہر حال یہ ہماری ڈیوٹی ہے۔"

"یقیناً جناب! آپ اپنا فرض انجام دیں۔" فیڈرو نے خوش اخلاقی سے کہا۔

"براہ کرم ڈاکٹر آپ بھی اپنی مصروفیات سے آگاہ کریں۔"

"میں آج کل صرف سرطان کے چکر میں ہوں۔ اور اس کے علاوہ اور کوئی خاص کام نہیں کر رہا ہوں۔ تم لوگ تلاشی لے لو۔"

"اوہ۔ تلاشی کا لفظ استعمال کر کے آپ سائنس کی توہین نہ کریں پروفیسر۔ ہم لوگ واقعی مجبور ہیں۔" عمران نے جواب دیا، پھر پروفیسر عابد، زبیدہ اور فیڈرو کو لے کر پوری لیبارٹری کا چکر لگانے لگا۔ اس دوران نادر خاموش رہا۔ انھوں نے وہ کٹہرہ بھی دیکھا جہاں ان وحشیوں کو قید کیا گیا تھا۔

"یہ کٹہرہ کیسا ہے پروفیسر!" عمران پوچھ ہی بیٹھا۔

"بعض اوقات تجربات کے لیے یہاں جانور لائے جاتے ہیں۔" پروفیسر نے کہا۔

"اوہ" کیا میں بھی اسے دیکھ سکتا ہوں۔"

"دیکھو۔" پروفیسر نے کہا اور ایک بٹن دبا دیا، کٹہرہ اوپر اٹھ گیا۔ عمران اندر داخل ہوا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر اس نے عجیب سی نگاہ نادر پہ ڈالی نادر ایک طرف پلٹ پڑا۔

اس کے پلٹنے کا انداز ایسا اچانک تھا کہ فیڈرو اور پروفیسر بُری طرح چونک پڑے، وہ اس طرف دیکھنے لگے جدھر نادر دیکھ رہا تھا۔ اور اس دوران عمران کا کام بن گیا۔ اس نے جلدی سے جھک کر کوئی چیز اٹھائی، اسے جیب میں رکھ لیا۔

"کیا بات ہو گئی" فیڈرو اسے گھورتا ہوا بولا۔

"مجھے یہ جگہ بڑی پُر اسرار معلوم ہو رہی ہے۔ مجھے اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے مجھ پہ چھلانگ لگا دی ہے۔

اور پھر وہ ایک جگہ سے گزر رہے تھے کہ اچانک ایک روشنی کا جھماکہ ہوا اور وہ چونک پڑے اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ لیکن بظاہر کوئی وجہ نہیں نظر نہیں آئی۔

"یہ روشنی کیسی تھی پروفیسر؟" عمران نے پوچھا۔

"روشنی! پروفیسر نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ابھی کیا آپ نے روشنی محسوس کی تھی۔"

"نہیں تو۔ آپ کو دھوکہ ہوا ہے جناب!

روشنی میں نے بھی نہیں دیکھی؟ فیڈرو نے جلدی سے کہا۔

"اوہ۔ شاید۔ ہاں تو جناب میرے خیال میں اور کوئی جگہ باقی نہیں رہ گئی ہے" عمران نے کہا۔

"یہ فیصلہ تو آپ کریں۔ ظاہر ہے کہ یہاں کوئی غیر قانونی کام نہیں ہو رہا ہے۔

تو میں آپ کو اس جگہ کیسے لے جاؤں گا۔" پروفیسر نے کہا۔

"اوہ - ایسا نہ کہیں پروفیسر! ہم ذاتی طور پہ آپ کی عزت کرتے ہیں، اور پھر اس لیبارٹری کو دیکھ کر آپ کی عظمت ہمارے دلوں میں اور بڑھ گئی ہے۔"

پروفیسر نے شانے ہلا دیئے اور عمران نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ پروفیسر نے بھی سرد مہری سے ہاتھ بڑھایا، پھر عمران نے فیڈرے سے مصافحہ کیا۔ اس سے مصافحہ کرتے وقت اس نے فیڈرو کی قوت کا بھی اندازہ کر لیا۔

پھر وہ وہاں سے باہر نکل آئے۔ تھوڑی دیر کے بعد انکی جیپ پروفیسر کی کوٹھی سے باہر نکل رہی تھی۔

گیٹ سے باہر ہونے کے بعد ناصر نے ایک طویل سانس لی اور عمران کی طرف دیکھنے لگا، "بڑی خیریت ہوئی، ورنہ شاید ہم اسکو وہاں نہ دیکھ سکتے تھے" ناصر بولا

"ہاں" عمران نے کہا۔

"آپ نے کیا اندازہ لگایا۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں مجھے اس کٹہرے میں ایسی چیز ملی ہے جو ہمارے خیال کی تصدیق کرتی ہے۔"

"کیا چیز ہے؟"

عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالا، اور پھر اس نے چند بال نکالے اور ناصر کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ ناصر حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔

"میں نہیں سمجھا۔" وہ تعجب سے بولا۔

"ایسے ہی بال میں نے وحشیوں کے چہرے پر دیکھے تھے، اور ایسے ہی بال اس شخص کی مٹھی میں تھے جسے گردن دبا کر ہلاک کیا گیا تھا۔ جس کی لاش کیپٹن فیاض نے دریافت کی تھی۔

"اوہ" ناصر گردن ہلا کر بولا۔ پروفیسر عابد اور اس کی لڑکی کا ذہنی توازن میرا دعویٰ ہے کہ وہ لوگ اپنے ہوش میں نہیں ہیں۔"

"ٹھیک خیال ہے۔" عمران نے کہا۔

"اس کے علاوہ عمران صاحب ایک اور خاص چیز میں نے وہاں دیکھی ہے"

"کیا۔؟"

"میرا خیال ہے بہت سی چیزیں اس لیبارٹری سے ہٹا دی گئی ہیں۔"

"کیا مطلب"

"ہاں میں نے وہاں اس قسم کے نشانات دیکھے ہیں جیسے پہلے وہاں کچھ مشینیں نصب تھیں، اب انھیں وہاں سے ہٹا دیا گیا ہے۔"

عمران سوچ میں ڈوب گیا، اور کافی دیر تک خاموشی رہی پھر وہ کہنے لگا۔ "پروفیسر اور اس کی لڑکی سے کچھ کام نکل سکتا ہے، ویسے یہ بات صاف ہے کہ فیڈرو ان دونوں پر مسلط ہے۔ اور اس نے یہ شیطانی چرخہ چلا رکھا ہے۔"

"مگر بڑے دل گردے کا آدمی ہے عمران صاحب! سب کچھ کرنے کے باوجود کتنی بے خوفی سے اپنی جگہ پر موجود ہے۔"

"ہاں!" عمران نے گردن ہلائی۔ پھر ایک دم چونک کر بولا "ہم نے وہ روشنی تو فراموش ہی کر دی۔ وہ یقیناً کسی قسم کی روشنی تھی۔ جس سے انہوں نے لاعلمی ظاہر کی تھی۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔" فیڈرو اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں تھا۔ اور پھر دونوں خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگے......

●

فیڈرو کا بھیانک قہقہہ دیواروں سے ٹکرانے لگا۔ پروفیسر کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے اور فریدہ سپاٹ نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس کا چہرہ کسی قسم کے تاثرات سے عاری تھا۔

"آخر یہ تمہارا شیطانی چرخہ کب تک چلتا رہے گا۔ میں خودکشی کر لوں گا۔ میں اب اس ذہنی کوفت سے اکتا گیا ہوں۔" پروفیسر نے پریشان کن لہجے میں کہا۔

"نہیں پروفیسر تم اپنی مرضی سے خودکشی بھی نہیں کر سکو گے۔" فیڈرو پھر بولا۔

"آخر کب کی دشمنی نکال رہے ہو میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔"

"میں تمہاری ہی درخواست پر تو یہاں آیا تھا پروفیسر، تم ستڑنا کو نیچا دکھانا چاہتے تھے نا، دیکھو نہ صرف ناصر، بلکہ تمہارے ملک کے بہترین دماغ بھی ناچتے پھر رہے ہیں، میرا وعدہ ہے پروفیسر ناصر کو کبھی بھی وقت میں کتے کی موت مار دوں جس وقت بھی میں چاہوں اسے جہنم رسید کر سکتا ہوں۔ لیکن مجھے چوہے بلی کا کھیل بہت پسند ہے۔ میں ان سے بلی کی طرح کھیل رہا ہوں۔ اور جب اکتا جاؤں گا اس کھیل کو ختم کر دوں گا۔ کیا سمجھے، تمہاری خواہش پوری ہو جائے گی پروفیسر، ناصر کا نام بھی باقی نہیں رہے گا۔ لیکن تمہیں میرے اصول کا پہلے ہی علم تھا۔ جس کام میں میں ہاتھ ڈالتا ہوں وہ میری مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔"

"مگر تم نے ہمارے ذہن کو کیوں قابو میں کر رکھا ہے۔ ہم تو تمہارے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔"

"احمق نہ بناؤ پروفیسر! کیا تم باپ بیٹی میرے دشمن نہیں بن چکے ہو، اگر میں

تمہارے ذہنوں کو آزاد کردوں تو سب سے پہلے تم میرے قتل کا منصوبہ نہیں بناؤ گے۔"

"مگر میں نہیں چاہتا جو تم کر رہے ہو۔" پروفیسر بھاری لہجہ میں بولا

"میں کہہ چکا ہوں کہ ہو تا وہی ہے جو میں چاہتا ہوں۔ کیوں بے بی تمہارا کیا خیال ہے"

"ڈیڈی نے حسد میں مبتلا ہو کر دوسرے کے لئے گڑھا کھودا تھا۔ خود اس میں گر پڑے، مجھے ان سے کوئی ہمدردی نہیں ہے"، فریدہ نے خشک لہجے میں کہا۔

"کیا اس وقت اس کی زبان سے تم بول رہے ہو فریڈرو۔ یا اس کا ذہن بھی آزاد ہے۔"

"نہیں ڈیڈی میرا ذہن آزاد ہے۔ میں خود بول رہی ہوں۔ میں آپ کی بیٹی ہوں۔ آپ کی زبان اچھی سمجھتی تھی جسے آپ اچھا سمجھتے تھے۔ چنانچہ میں نے آنکھیں بند کرکے اس اسکیم کو بھی سنا۔ میں نے سمجھا کہ کسی وجہ سے آپ نے یہ بھی اچھا ہی سوچا ہوگا۔۔۔۔ لیکن آپ نے مجھے کنوئیں میں دھکیل دیا۔ اور اب میں بھی یہ سزا بھگت رہی ہوں۔" فریدہ نے جواب دیا۔

"سچ کہتی ہو۔ حسد بہت بری بلا ہے، کاش۔۔ کاش۔" پروفیسر غمزدہ انداز میں خاموش ہو گیا۔

"اب ان باتوں کو چھوڑو پروفیسر! تازہ رپورٹ سنو، تمہیں علم ہے۔ کہ صبح یہاں دو آدمی آئے تھے۔ جنہوں نے لیبارٹری کی تلاشی لی تھی۔

"ہاں میرے ذہن میں ہے۔"

"تمہیں بھی یاد ہو گا بے بی۔"

"کاش یاد نہ رہے۔ یادداشت ہی خراب ہو جائے گی"، لڑکی نے کہا۔

"بہرصورت! اب میں ایک انکشاف کرتا ہوں۔ وہ عمران اور ناصر تھے"

"کیا!" پروفیسر چونک پڑا۔

"ہاں" انھوں نے گھٹیا پروپیہ کا روپ بدلا ہوا تھا۔ لیکن میں نے میک اپ توڑ کیمرے سے اُن کی تصویریں لی ہیں، تمہیں یاد ہوگا کہ انھوں نے کسی روشنی پر حیرت ظاہر کی تھی۔ دراصل چلتے چلتے میں نے ایک کیمرہ کا بٹن دبایا تھا۔ جو دومنٹ بعد اصلی تصویر لے لیتا ہے۔ وہ فلش لائٹ تھی۔ یہ دیکھو۔ فیڈرو نے وہ تصویریں نکال کر سامنے رکھ دیں اور وہ دونوں انہیں غور سے دیکھنے لگے۔

"کیا خیال ہے۔"

"ہاں یہ وہی دونوں ہیں" پروفیسر نے گردن ہلائی۔

"کسی طرف لگی ہوئی گن سے گولیاں چل کر ان کے جسموں میں پیوست ہو جائیں، اور کون جان سکتا تھا کہ یہاں کون آیا تھا۔ اسی بات سے تم اندازہ لگاؤ پروفیسر کہ یہ دونوں آدمی کس طرح خاموشی کے ساتھ ختم کیے جا سکتے ہیں لیکن میں کہہ چکا ہوں کہ میں ان سے چوہے بلی کا کھیل کھیل رہا ہوں۔ جب اکتا جاؤں گا اسی دن ختم کر دوں گا۔ اس سلسلے میں ایک دلچسپ بات سوچی ہے۔"

پروفیسر اور فریدہ دونوں فیڈرو کی طرف دیکھنے لگے۔

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ اس گھٹی گھٹی فضا میں بے بی کی صحت گرتی جا رہی ہے۔ اسے کھلی فضا کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میرا خیال ہے کہ بے بی کو عمران سے دوستی کرنی چاہیئے۔" فیڈرو نے کہا۔

"کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں۔"

"بے بی عمران سے رومان لڑائے گی۔" فیڈرو نے کہا۔

"کیا بکواس ہے۔" پروفیسر پھنسی پھنسی آواز میں بولا۔

"ہاں پروفیسر یہ بے بی کا فطری حق ہے، تم نے اسے مشین بنا دیا ہے۔ بے بی عمران کو پھانسے گی، اور میں بے بی کے ذریعہ اسے بے وقوف بناؤں گا۔"

"تمہارا دماغ خراب ہے" پروفیسر غرایا۔ لیکن فریدہ سنجیدہ تھی۔ اس کے چہرے پر ایک لمحہ کے لئے چمک آگئی۔ لیکن پھر اس نے اپنے احساسات پر قابو پا لیا۔ اس کے سامنے ایک بھیانک انسان تھا۔ جس سے اپنے جذبات چھپانے ضروری تھے۔ اگر وہ کسی بھی عورت سے عمران سے ملنے کا موقع دیدے تو شاید کچھ بات ہی بن جائے۔ وہ سوچ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے پروفیسر، لیکن وہی ہو گا جو فیڈرو چاہے گا۔ فیڈرو نے ایک قہقہہ لگایا، اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں نیلی شعاعیں لہرانے لگیں

●

"یس سر" لڑکی نے کاغذات سمیٹے اور انہیں فائل میں رکھتے ہوئے گردن ہلائی اور اٹھنے کی تیاری کرنے لگی۔

سنو، نیاحن نے کہا، اور وہ رک گئی۔ مجھے یقین ہے کہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی اگر کسی بھی سلسلے میں تمہیں کوئی دقت یا پریشانی ہو تو بلا تکلف مجھے بتا دینا۔ افسوس ہے کہ آج کل مصروفیات کی وجہ سے میں تمہارا خیال نہیں کر رہا ہوں۔"

"اوہ جناب! نوازش ہے آپ کی۔ میں بالکل ٹھیک ہوں" لڑکی نے ممنونیت سے کہا۔

"آج شام کو سات بجے اگر مناسب سمجھو تو کاسینو میں ملو، ذہن اسقدر

تھک گیا ہے کہ بوریت ہونے لگی ہے۔ اگر تمہیں پہلے ہی سے کوئی کام ہو تو کوئی حرج نہیں
"بہتر ہے جناب میں حاضر ہو جاؤں گی" لڑکی نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ اور پھر فائل لے کر اٹھ گئی۔ چور۔ چوری سے جاتا ہے مگر ہیرا پھیری سے نہیں جاتا کے مصداق فیاض ذہنی طور پر پریشان ہونے کے باوجود اپنی حرکتوں سے باز نہیں آ رہا تھا۔ سیکرٹری پر ڈورے ڈالنے کی کوشش بدستور جاری تھی۔ اور اس کوشش میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی۔ لڑکی برابر اسے لفٹ دے رہی تھی کہ وہ آگے بڑھ آئے......

سیکرٹری کے جانے کے بعد اسے پھر پریشان خیالات نے آگھیرا، کیسوں کے فائل پڑے ہوئے تھے جن کے بارے میں آج کل تفتیش ہو رہی تھی، اب تک وہ اس سلسلے میں کچھ بھی نہ کر سکا تھا۔ اسے معلوم نہ تھا کہ عمران نے اب تک کیا کیا ہے۔ وہ عمران کی خوشامد بھی کر سکتا تھا۔ اسے کام کے لئے مجبور بھی کر سکتا تھا۔ لیکن یہ بات بے تکی تھی۔ وہ کہاں تک عمران کا سہارا لے سکتا تھا۔ وہ سوچتا رہا، اس کا ذہن پراگندہ ہوتا رہا۔

اسی وقت چپراسی نے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور پھر رحمان صاحب کا آدمی اندر داخل ہو گیا۔ اسے دیکھ کر اس کے فیاض کے اوسان خطا ہو گئے۔

"صاحب نے سلام دیا ہے۔" رحمان صاحب کے آدمی نے کہا۔

"اچھا۔" فیاض نے گردن ہلا کر کہا۔ "تم چلو میں آ رہا ہوں" چپراسی باہر چلا گیا۔ اور فیاض کا حلق خشک ہونے لگا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ صاحب نے کیوں سلام دیا ہے۔ چند سیکنڈ تک وہ سوچتا رہا۔ بہر حال جانا تو تھا ہی۔ وہ لباس وغیرہ درست کر کے رحمان صاحب کے آفس کی طرف چل دیا

ڈائرکٹر جنرل آفس کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اور سلام کر کے آگے بڑھ گیا۔ وہی عجیب رعب دار چہرہ سامنے تھا۔

رحمان صاحب کسی کاغذ پہ جھکے ہوئے تھے ۔ اشارے سے انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کاغذات پیپر ویٹ رکھتے ہوئے بولے " بیٹھ جاؤ " فیاض بے چون چرا کرسی پہ بیٹھ گیا ۔

" آج کل تمہارے پاس دو کیس ہیں ۔ رحمان صاحب رعبدار آواز میں بولے ۔

" یس سر " فیاض کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا ۔

" ایک تو اس لاش کا ہے جو نہیں ملی تھی ۔ دوسرا معاملہ ان دھماکوں کا ہے جن کے بعد سڑکوں پہ خون دیکھا گیا تھا ۔ دونوں ہی پراسرار ہیں ۔ "

" جی ہاں جناب ! "

" تم نے اس سلسلے میں کیا کیا ہے ۔ ؟ "

" میں پوری کوشش کر رہا ہوں ۔ مگر دقت یہ ہے کہ کچھ لوگ اپنے اثر و رسوخ کا بیجا استعمال کرتے ہیں ۔ ان حالات میں تفتیش مشکل ہو جاتی ہے ۔ میرا مطلب پروفیسر عابد کی طرف ہے ، انہوں نے ہمارے ساتھ کوئی تعاون نہیں کیا ہے ۔ میرے خیال میں انھوں نے صحیح جواب بھی نہیں دیئے ہیں جن سے رضوی کی زندگی پہ کچھ روشنی پڑتی ہے ۔ "

" ہوں ۔ " رحمان صاحب سوچ میں ڈوب گئے ۔ پھر بولے " ٹھیک ہے ۔ اسی طرح تفتیش میں دقت ہوا کرتی ہے ۔ ویسے عمران کیا کر رہا ہے آج کل ؟ "

" اوہ ! کافی دنوں سے ملاقات نہیں ہوئی ہے جناب " فیاض نے مودب لہجہ میں کہا ۔

" مجھے بھی نہیں ملا ہے ۔ اس دن جزیرے پر دیکھا تھا جس پر خونخوار گوریلے نے حملہ کیا تھا ۔ وہ شاید گوریلے کی لاش دیکھنا چاہتا تھا ۔ اس کے بعد پھر نہیں مل سکا ۔ " رحمان صاحب کہتے رہے ۔

فیاض خاموش رہا ۔ رحمان صاحب پھر بولے ۔

" میرا خیال ہے کہ ان معاملات نے اسے ضرور اپنی طرف متوجہ کیا ہوگا ۔ اس سے ملو ، ممکن ہے وہ تمہاری مدد کر سکے ۔ وہ جزیرہ اس کے دوست ناصر کا ہے اس لیے

یقیناً وہ اس کیس میں دلچسپی لے رہا ہوگا۔ دراصل یہ معاملات ضرور کسی ایک اہم معاملے سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ ملک میں ان معاملات کی وجہ سے خوف و ہراس پھیل رہا ہے اس لیئے ان کا فوری خاتمہ ضروری ہے"۔

"بہت بہتر ہے۔ میں ان سے ضرور ملوں گا۔ اور پروفیسر عابد سے بھی ملنا ضروری ہے۔ مجھے رضوی کے بارے میں ان سے کچھ سوالات کرنے ہیں"۔

"ٹھیک ہے۔ اب تم جا سکتے ہو"۔ رحمان صاحب نے کہا اور فیاض کھڑا ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ کوٹھی سے باہر نکل آیا۔ رحمان صاحب سے گفتگو نے اس کا حوصلہ بڑھا دیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ پروفیسر عابد سے عمران پہلے ہی مل چکا ہے اور اس نے اس بارے میں جو انکشافات کیے تھے، وہ حیرت انگیز تھے، چنانچہ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب چونکہ رحمان صاحب سے اجازت مل گئی ہے اس لیے پروفیسر سے دو ٹوک گفتگو کی جا سکتی ہے۔ اس لیئے اگر ضرورت پڑی تو اسے مجبور بھی کیا جا سکتا ہے۔

باہر آ کر اس نے دو انسپکٹروں کو ساتھ لیا اور جیپ میں بیٹھ کر پروفیسر کی کوٹھی کی طرف چل دیا۔ چند ہی منٹ کے بعد جیپ برہٹر روڈ پر، پروفیسر کی کوٹھی کے دروازہ پر رک گئی۔ فیاض نے ہارن دبا اور چوکیدار نے دروازہ کھول دیا۔

چند منٹ بعد وہ رہائشی عمارت کے نزدیک پہنچ گئے۔ فیاض آفیسرانہ شان سے کوٹھی میں داخل ہوا۔ دوسرے ہی لمحہ وہ ایک کمرے کے دروازہ پر تھا۔ جس سے گفتگو کی آواز آ رہی تھی۔ اس نے دستک دی، اندر سے "آ جاؤ" کہا گیا۔ لیکن فیاض کو دیکھ کر اندر موجود پروفیسر بری طرح چونک پڑا۔ وہ فریدی سے گفتگو کر رہا تھا پھر اس کے چہرے کے تاثرات سخت ہو گئے۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔ تم میری اجازت بغیر اندر کیسے داخل ہوئے۔ میں چور ہوں یا سمگلر ہوں۔ بیہودہ بکواس کر دوں گا"۔

"تم بدتمیز ہو، پروفیسر۔ ہوش میں رہ کر گفتگو کرو۔ ورنہ اسی جگہ ہتھکڑیاں بھی لگائی جا سکتی ہیں"۔ فیاض نے زہریلے لہجہ میں کہا۔ اور پروفیسر کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ

چند منٹ تک فیاض کو خونخوار نظروں سے دیکھتا رہا، پھر اس نے کہا
"میں ابھی انسپکٹر جنرل سے گفتگو کرتا ہوں، آخر پولیس نے میرے گھر کو تماشہ کیوں بنا رکھا ہے"۔ وہ فون کی طرف بڑھا لیکن اسی وقت فیاض نے پستول نکال لیا۔
"اگر تم نے ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا تو ہاتھ میں سوراخ ہو جائے گا۔" فیاض کہنے لگا۔ پروفیسر یہ سن کر سکتہ کے عالم میں کھڑا رہ گیا۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا "تو اب پولیس نے غنڈہ گردی شروع کر دی ہے۔"
"ہاں پروفیسر تم جیسے بد دماغ لوگوں کے کیڑے جھاڑنے کے لئے سب کچھ کیا جا سکتا ہے، بیٹھ جاؤ۔ اور تمیز سے گفتگو کرو۔ ورنہ تمہاری گفتگو تمہارے لئے نقصان دہ ثابت ہوگی" لاچار پروفیسر نے غیر ارادی طور پر اسکے کہنے پر عمل کیا۔
دونوں انسپکٹر دروازہ کے قریب کھڑے ہو گئے تھے، زیدہ بھونچکی سی رہ گئی پروفیسر فیاض کے سامنے بیٹھ گیا۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔
"رضوی کے بارے میں تمہاری فراہم کردہ اطلاعات ادھوری تھیں" فیاض بولا
"کیا مطلب۔؟" پروفیسر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔
"رضوی نے اس رات تم سے کوئی چھٹی نہیں لی تھی۔ وہ کہاں اور کس حال میں گیا تھا۔ اور اس نے کس نے قتل کیا تھا۔" فیاض نے سوالات کی بوچھار کر دی۔
"تو کیا تمہارے خیال میں اسے میں نے قتل کیا تھا" پروفیسر نے پوچھا۔
"میری بات کا جواب دو پروفیسر، میرے خیال کو چھوڑو،"
"میں کہہ چکا ہوں۔ میں اس سے زیادہ نہیں بتا سکتا" پروفیسر کچھ سنبھل گیا
"ٹھیک ہے پروفیسر! آئندہ جب بھی ضرورت ہوگی تمہیں ہیڈ کوارٹر طلب کر لیا جائے گا۔"
پروفیسر نے پیچ و تاب تو بہت کھایا۔ لیکن وہ کچھ نہ بولا، اور فیاض پستول جیب

میں ڈال کر واپس چلا گیا۔ گیٹ سے نکل کر وہ اپنی جیپ میں آ بیٹھا۔ جیپ اسٹارٹ ہو کر باہر نکل گئی۔

پروفیسر سکتے کے عالم میں بیٹھا تھا۔ فریدہ بھی اسی طرح کھڑی تھی۔ اچانک ان دونوں نے آہٹ کی آواز سنی اور چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ اندرونی دروازے سے فیڈرو نکل رہا تھا۔ اور فوراً ہی اُن کے قریب آ گیا۔

"تو تمہارے ملک میں اب تمہاری یہ قدر و قیمت رہ گئی۔ پروفیسر" وہ بولا۔ چونکہ پروفیسر اور فریدہ اب ٹرانس سے آزاد ہو گئے تھے اس لئے وہ دونوں ایک بار چونک پڑے۔ "کیا کہہ رہے ہو تم۔" پروفیسر نے کہا۔

"میں کہہ رہا تھا کہ اب تمہارے ملک میں تمہاری یہ قدر و قیمت رہ گئی ہے کہ معمولی پولیس والے تمہیں گولی مارنے کی دھمکی دے جاتے ہیں۔"

"مجھے تعجب ہے اسے یہ جرأت کیسے ہوئی۔" پروفیسر نے حیرت سے کہا۔

"تمہاری کوئی قیمت نہیں ہے پروفیسر! لیکن تم اپنے ملک کے لئے مرے جاتے ہو۔"

"ممکن ہے موجودہ حالات میں پولیس کو مجھ پر شک ہوا ہو۔ اور اسی شک نے اتنی شدت اختیار کر لی ہو......"

"تم تو ملک کے مجنوں ہو پروفیسر! لیکن اس پولیس آفیسر کو تمہاری توہین کرنے کی ضرور سزا ملے گی۔ کم از کم فیڈرو یہ برداشت نہیں کر سکتا!" فیڈرو مکاری سے بولا۔

"نہیں...... نہیں۔ تم کوئی گڑبڑ مت کرنا!"

"کیا بکواس ہے پروفیسر۔ اب صرف تمہاری عزت کا سوال نہیں ہے بلکہ فیڈرو کا بھی سوال ہے۔ اس پولیس آفیسر کی درگت کے ساتھ یہاں کی پولیس کو بھی وارننگ دی جائے گی۔"

"تم تباہی کی طرف جا رہے ہو فیڈرو۔ تمہارے ذہن میں اتنا غرور آ گیا ہے کہ حکومت سے ٹکرا رہے ہو۔ تم بہرصورت کچھ بھی کرو۔ میری ذلت اور پریشانی میں اضافہ ہو رہا ہے۔"

"تم صرف پولیس کی بات کر رہے ہو پروفیسر! اس ملک پر میری حکومت ہوگی۔ میری مرضی کے مطابق حکومت ہوگی۔ وہ شخص اس ملک کا سربراہ ہوگا، جو میرے قدم چاٹے گا۔ مجھے یہ ملک پسند آگیا ہے۔ میں اس کی قسمت بدل دینا چاہتا ہوں"

فیڈرو کے چہرے پر مکاری اور خونخواری کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ پروفیسر اس کے ارادے سے کانپ گیا۔ فیڈرو روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔ اس سے کچھ بھی بعید نہ تھا اور یہ سب مصیبت پروفیسر عابد کی لائی ہوئی تھی۔

عابد نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔



بان بنی ہو یا نہ بنی ہو۔ بہرحال فیاض ذہنی طور پر بڑی آسودگی محسوس کر رہا تھا اس نے دل کی بھڑاس نکال لی تھی، ویسے درحقیقت رضوی کی موت پر کوئی رو بھی نہیں پڑ سکی تھی۔ اسے ایک احساس ہوا تھا وہ یہ کہ پولیس کا کام اس طرح چل سکتا ہے پروفیسر کے ہاتھوں میں رضوی کے قتل کے الزام میں وہ ہتھکڑیاں لگا سکتا تھا

اور یہ خیال اس کے ذہن میں بری طرح جم گیا تھا کہ رضوی پروفیسر عابد کا اسسٹنٹ تھا اور شاندار ذہن کا مالک تھا۔ پروفیسر عابد چونکہ ایک مغرور اور خودغرض انسان ہے اس لیئے اس نے ایک ایسے فارمولے پر عمل شروع کیا جو خطرناک تھا۔ رضوی چونکہ اس کی طرح خود غرض نہیں تھا۔ اس لیئے اس نے اسے اس کام سے منع کیا، اور پروفیسر رضوی کا دشمن ہو گیا۔ چنانچہ باقاعدہ پلان بنا کر رضوی کو

قتل کر دیا گیا تاکہ رضوی پروفیسر کی سازش کو حکومت کے کانوں تک نہ پہنچا سکے۔"
فیاض نے پلان بنایا اور اپنے ذہن کی اس اپج پر اچھل پڑا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اب اسے صرف ایسا ماحول تیار کرنا تھا کہ پروفیسر کے خلاف ثبوت مل جائے۔ "ویری گڈ" اس نے دل میں کہا۔ کاش وہ اسی طرح اپنے ذہن کا استعمال کرتا رہے۔ یہ خیال غلط نہیں ہو سکتا ہے۔ یقیناً اس میں کوئی بات ہے، صرف ثبوت حاصل کر لیا جائے۔
ڈیوٹی ٹائم پورا کر کے وہ اٹھ گیا، گھر آ کر اس نے بیوی پر کافی رعب جھاڑا۔ اور پھر اسے سیکریٹری سے کیا ہوا وعدہ یاد آ گیا۔ گھڑی دیکھتے ہی وہ گھر سے باہر نکل گیا۔ ٹھیک پونے سات بجے اس کی کار کاسینو کی طرف دوڑنے لگی۔ اس کے جسم پہ اعلیٰ درجہ کا سوٹ تھا اور چہرے پر عجب تمکنت تھی۔ کاسینو کے پارکنگ لائن میں اپنی کار پارک کر کے وہ بڑی شان سے نیچے اترا اور اندر داخل ہو گیا۔
ہال میں کھڑے ہو کر اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں، پھر ایک میز کی طرف بڑھ گیا۔ میز کے قریب کھڑے ہوئے ویٹر نے اسے ادب سے سلام کیا اور کرسی کھینچ دی۔ فیاض بیٹھ گیا۔ پھر اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ اور پھر ویٹر کو اشارہ کیا۔ جب ویٹر اس کے قریب آ گیا تو فیاض نے کہا۔ "کافی لے آؤ۔"
ہال میں درجنوں لوگ موجود تھے۔ لیکن ان میں ایک بھی شناسا نہیں تھا، پھر بھی کئی چہروں پر اس نے اپنے لئے متاثر کن کیفیت پائی اور اس کی گردن کچھ اور تن گئی۔ ویٹر نے کافی لگا دی، اور فیاض کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھنے لگا۔ سات بج کر ایک منٹ ہوا تھا، گھڑی دیکھ کر اس نے نظریں اٹھائیں، سامنے سے سیکریٹری آتی ہوئی نظر آئی۔ آسمانی رنگ کا اسکرٹ پہنے ہوئے۔ بال خوبصورت انداز میں بندھے ہوئے انتہائی خوبصورت لگ رہی تھی۔ آج وہ کافی نکھری نظر آ رہی تھی وہ مسکراتی ہوئی فیاض کے قریب پہنچ گئی، فیاض اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔ پھر بولا۔

"کیا پسند کرو گی۔؟"

"کافی!"

"کافی لے آؤ۔" فیاض نے کہا اور ویٹر سر جھکا کر چلا گیا۔ لڑکی کے سامنے کافی آگئی۔ وہ سر جھکا کر پینے میں مشغول ہو گئی۔۔۔ اب فیاض لڑکی کو شیشے میں اتارنے کی سوچ رہا تھا۔ دفعتاً ایک شخص اُن کے قریب آگیا۔ فیاض نے چونک کر اسے دیکھا۔۔۔ "کیا میں بیٹھ سکتا ہوں۔" آنے والے نے کہا۔

"فیاض جواب دیئے بغیر اس کی شکل دیکھنے لگا۔ عجیب شکل کا انسان تھا گال دھنسے ہوئے آنکھیں چھوٹی اور دھندلائی ہوئی۔ صورت پر عجیب سی پھٹکار برس رہی تھی۔

"کوئی کام ہے آپ کو" فیاض نے پوچھا۔

"نہیں تم سے کیا کام ہو گا۔ اس نے بدتمیزی سے جواب دیا اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"یہاں دوسری سیٹیں بھی خالی ہیں!" فیاض نے غرا کر کہا۔

"مگر مجھے یہی پسند ہے۔؟" اس نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ فیاض آپے سے باہر ہو گیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔۔۔ "اٹھتے ہو یا ویٹر سے اٹھوا کر باہر نکلوا دوں" فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"مر گئے باہر نکلوانے والے۔۔ وہ ہاتھ دونگا کہ چھٹی کا دودھ یاد آجائیگا۔" اس نے کہا اور فیاض کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ اس کا ہاتھ گھوم گیا۔ چٹاخ کی آواز ہوئی اور کرسی پر بیٹھا ہوا شخص نیچے لڑھک گیا۔ لیکن وہ فوراً سنبھل گیا۔ اسنے اٹھتے ہی ایک گھونسہ فیاض کی ٹھوڑی پر جڑ دیا۔ کافی زوردار گھونسہ تھا فیاض دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ سیکریٹری چیخ کر ایک طرف ہو گئی۔ فیاض کی کھوپڑی بھک سے اڑ گئی۔ وہ اپنی بے عزتی سے دیوانہ ہو گیا۔ اس نے لپک کر اس شخص کا گریبان پکڑ لیا اور ایک گھونسہ جڑ دیا۔ لیکن اس نے فیاض کا گھونسہ روک کر ایک اور

گھونسہ فیاض کے منہ پر رسید کر دیا۔ اس نے فیاض کا کوٹ بھی پکڑ لیا، ایک زور دار جھٹکا لگا اور کوٹ نیچے تک پھٹ گیا۔ اس کے بعد اس نے فیاض کی قمیض بھی پھاڑ دی نہ جانے کیوں وہ فیاض کے کپڑے پھاڑنے کی زیادہ کوشش کر رہا تھا۔ حالانکہ اس کوشش میں اسے فیاض کے کئی ہاتھ بھی کھانے پڑے تھے۔

چند منٹ میں ہی فیاض کا لباس تار تار ہو گیا۔ ہوٹل کے ویٹر اور دوسرے لوگوں نے انہیں بچانے کی کافی کوشش کی مگر دونوں میں سے کوئی بھی باز نہیں آیا۔ اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔ یہ ہنگامہ اس وقت تک چلتا رہا جب تک اس تیسرے شخص نے ایک قاب (سالن کی پلیٹ) ایک ویٹر کے ہاتھ سے لیکر فیاض کے منہ پر دے ماری۔ اب فیاض غصے کی وجہ سے دیوانہ ہو گیا۔ اب تک اس نے صبر سے کام لیا تھا، اس نے پستول نکال کر لگاتار تین فائر اس شخص پر کر دیئے، اس شخص کی چیخیں سنائی دیں۔ اس کے سینے سے خون ابلنے لگا، اور فیاض جنون کے عالم میں اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا ..... ......

دوسری طرف ہوٹل کا منیجر پولیس کو فون کر رہا تھا۔ چند منٹ بعد پولیس نے ہوٹل کو گھیر لیا۔ گاہک تو بھاگ گئے۔ لیکن فیاض نے بھاگنے کی کوشش نہیں کی تھی اور پھر ہوٹل کے ملازمین نے ہوٹل کے دروازے بھی بند کر دیئے تھے .....



پروفیسر کے یہاں سے واپسی پر ان دونوں نے کافی دیر تک گفتگو کی، انہیں اطمینان ہو گیا کہ پروفیسر نبات خود کچھ نہیں ہے۔ وہ کسی وجہ سے فیڈرو کا آلہ کار

بنا ہوا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ، وہ کسی اور نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے تھے۔ فیڈرو یہاں کرنا کیا چاہتا ہے، کیا کر رہا ہے...... عمران نا ہر سے تمام تفصیلات حاصل کر کے بتانے کا وعدہ کر کے بنیڈ ونگ کا ٹیچ سے واپس کوٹ آیا۔ اس کے تین دن بعد اُسے فیڈرو کے بارے میں جو تفصیلات حاصل ہوئیں وہ یہ تھیں۔

اس کا نام پاؤل فیڈرو ہے۔ اس ملک میں وہ بلجیم سے آیا ہے۔ اس کے پاس انٹرنیشنل پاسپورٹ ہے۔ تین سال سے وہ بلجیم میں مقیم تھا۔ اور وہاں کی حکومت کو اس سے کوئی بھی شکایت نہیں تھی۔ لیکن وہ وہاں کی حکومت کی نظر میں پُر اسرار ضرور تھا۔ کیونکہ اس کے ذریعۂ معاش کا کوئی علم نہیں تھا، جبکہ وہ شاہانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ اس سلسلے میں کوئی خاص بات معلوم نہیں ہو سکی۔

مگر یہ معلومات بیکار ثابت ہوئیں۔ تمام باتیں عمران نے نا ہر کو بتا دیں۔ درحقیقت فیڈرو نے اُن کے دماغ کی چولیں ڈھیلی کر دی تھیں۔ اتنا دیدہ دلیر ملزم اس سے قبل نہیں ٹکرایا تھا۔ وہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی منظرِ عام پر تھا۔ اور وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ اور ابھی تک وہ سوچ ہی رہے تھے کہ اس کا کیا کیا جائے۔ نا ہر نے نہ جانے کیا سوچا تھا، بہرحال عمران ابھی تک کوئی فیصلہ نہ کر سکا تھا۔ عمران کو سب کچھ معلوم تھا۔ مگر ثبوت اس کے پاس نہ تھا۔ ایسے حالات میں جب کوئی مجرم اسے زِچ کر دے تو عمران ایک ہی کام کرتا تھا...... ہنگامہ۔ بغیر سوچے سمجھے ہنگامہ۔ پھر اس کے بعد اپنے دماغ سے وہ کوئی راہ نکال لیتا تھا۔

چنانچہ اب اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ کوئی ہنگامہ کر دے۔ اور پھر سلیمان اخبار لے کر اندر آیا اور میز پر رکھ کر چلا گیا۔ عمران نے آواز دے کر اسے ناشتہ لانے کے لئے کہا اور خود اخبار دیکھنے میں مصروف ہو گیا، لیکن وہ ایک خبر دیکھ کر بری طرح چونک پڑا۔ خبر کے ساتھ تصویر بھی تھی، اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں کیونکہ یہ تصویر کیپٹن فیاض کی تھی۔ فیاض کے جسم پر چیتھڑے جھول رہے تھے۔ اس کا حلیہ

بھی بگڑا ہوا تھا۔ عمران نے تصویر کو غور سے دیکھا اور پھر خبر پڑھنے لگا۔

"محکمہ سراغرسانی کے سپرنٹنڈنٹ کیپٹن فیاض نے ایک شخص کو گولی مار کر ہلاک کر دیا" عمران نے پوری خبر پڑھ ڈالی۔ پھر ایک گہری سانس لی۔ درحقیقت یہ عجیب ترین واقعہ تھا۔ فیاض اتنا نروانہ نہیں تھا کہ بلا وجہ اس قدر مشتعل ہو جاتا۔ ضرور کوئی خاص بات ہے۔

دوسرے لمحے اس نے فون پر فیاض کے گھر کے نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف سے اس کی بیوی کی آواز سنائی دی۔

"فیاض کہاں ہیں۔؟" عمران نے پوچھا

"صاحب تو موجود نہیں جناب، آپ کون ہیں؟"

"عمران! بیگم صاحبہ موجود ہوں تو انھیں اطلاع دیدو" عمران نے کہا اور چند لمحے بعد فیاض کی بیوی کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو!"

"میں عمران بول رہا ہوں۔ یہ کیا معاملہ ہے بھابی۔"

"آپ نے اخبار میں پڑھ لیا ہوگا بھائی۔؟"

"ہاں پڑھ لیا۔ کیا یہ واقعہ ٹھیک ہے۔؟"

"جی ہاں! انھوں نے اس کی تردید نہیں کی ہے" فیاض کی بیوی نے پریشان کن لہجے میں کہا۔

"فیاض اس وقت کہاں ہے۔"

پہلے پولیس ہیڈ کوارٹر میں تھے۔ لیکن تھوڑی دیر قبل مجھے ڈی۔ آئی۔ جی صاحب کے پاس سے فون کیا تھا۔"

"اوہ ۔ عمران نے گردن ہلائی اور پھر فون بند کر دیا۔ چند منٹ سوچتے

کے بعد اس نے سلیمان کو آواز دی۔ اور سلیمان فوراً ہی ناشتہ کی ٹرے لئے اندر داخل ہو گیا۔ عمران نے ناشتہ کیا۔ پھر لباس تبدیل کرکے نیچے اتر آیا۔ ٹو سیٹر درکتاب پہنچ گئی تھی، اس کی جگہ گیرج میں ایک سیاہ پیکارڈ تھی، عمران نے پیکارڈ نکالی اور چل پڑا۔

وہ فیاض سے مل کر حالات معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اب وہ محکمہ سراغرسانی کی عمارت کی طرف تیزی سے جا رہا تھا۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ عمارت میں داخل ہو رہا تھا۔ فیاض کے اردلی نے بتایا کہ صاحب آفس میں ہے اور عمران فیاض کے آفس کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔

"میرے بارے میں کسی کو مت بتانا۔ اس نے اردلی کو ہدایت کر دی۔ پھر تقریباً پندرہ منٹ بعد فیاض اپنے کمرے میں داخل ہوا اور عمران کو دیکھ کر چونک پڑا۔ عمران گہری نظروں سے اس کا جائزہ لینے لگا۔

"تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے۔" عمران نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"کہاں تک۔" فیاض کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور یہ مسکراہٹ عمران کو عجیب سی لگی۔ توقع کے مطابق اگر کوئی بات تھی تو فیاض کو کافی پریشان ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن مسکراہٹ کا مطلب ہے کہ کوئی اور چکر ہے۔"

فیاض کرسی پر بیٹھ گیا۔ "ہاں تو نوبت کہاں تک پہنچ گئی ہے۔"

"تو تم سکریٹریوں کے لئے قتل تک کرنے لگے ہو۔"

"اوہ۔ نجانے میرے ہاتھ سے کتنے مر چکے ہیں۔"

"گویا خطرناک آدمی ہو۔" عمران نے گردن ہلائی۔

"ویسے مجھے تمہاری شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔"

"مجھے بھی قتل کر دو گے۔"

"نہیں یار - بڑی مشکل سے سنبھل پایا ہوں، ورنہ بیڑہ غرق ہو جاتا۔"

"کیوں؟"

"بس کیا بتاؤں، چند حالات نے سہارا دیدیا ہے، ورنہ بات کافی بگڑ چکی تھی"

"ایک ہی جملہ کو مختلف انداز میں کہنے سے تمہاری ذہانت جھلکتی ہے۔"

"سنو تو سہی یار، دراصل معاملات بالکل وہی تھے جو اخبار میں چھپے ہیں لیکن تصویر اور خبر براہ راست اخبار تک نہیں پہنچی ہے۔

"کیا مطلب ۔؟"

"ہاں کسی نامعلوم ذرائع نے اسے چھپوایا ہے۔ ورنہ کسی پولیس اسٹیشن سے یہ خبر نہیں دی گئی۔ یہی بات میری بچت کا باعث بن گئی ہے۔ دوسری چیز پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ہے۔ ....."

"دیکھو ڈیر!! مجھ سے معمے بازی نہیں چلے گی، صاف صاف بتاؤ۔"

"بس یوں سمجھو تفریح کا موڈ تھا۔ کاسینو میں سکریٹری کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ تو وہ منحوس آکر بیٹھ گیا۔ پہلے تو اس نے اجازت طلب کی۔ لیکن میرے منع کرنے پر زبردستی پر اتر آیا۔ اور پھر جب اس نے میرا لباس پھاڑ دیا تو میرے ذہن میں اک آگ بھڑک اٹھی، اور میں نے اسے ہلاک کر دیا۔"

"وہ تھا کون ۔"

"ابھی تک اس کی شناخت نہیں ہو سکی ہے۔ لیکن پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے عجیب کہانی سنائی ہے۔"

"وہ کیا۔"

"اس کے جسم کا خون حیرت انگیز ہے ۔۔۔ وہ کسی طور پر بھی ایک صحیح الدماغ آدمی نہیں تھا۔"

"خون کی کیا بات ہے"

"اس کا خون گاڑھا ہو رہا تھا۔ یہ سمجھ لو کہ اگر وہ ایک دو روز اور زندہ رہ جاتا تو اس کا خون بالکل گاڑھا ہو جاتا اور وہی کیفیت اختیار کر جاتا جو ان پھٹنے والے آدمیوں کی تھی۔"

"اوہ۔" عمران کے چہرے پر سنسنی دوڑ گئی۔

"کیا اس کے چہرے پر بال تھے۔"

"بالکل نہیں۔ لیکن عجیب وحشت زدہ چہرہ تھا۔"

"خیر پھر تم نے کیا کیا"

"دراصل کل دن میں رحمان صاحب نے مجھے بلا کر رضوی کی موت کے بارے میں پوچھا تھا۔ میں نے جان بچانے کے لئے کہہ دیا تھا کہ پروفیسر خالد میری تفتیش میں روڑے اٹکا رہا ہے۔ اس لیے کہ وہ ایک مغرور اور بد دماغ آدمی ہے۔ رحمان صاحب نے مجھے اجازت دیدی کہ جو کچھ بھی معلوم کرنا ہے سختی سے بھی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ صرف خانہ پری کے لیے اس کے پاس گیا تھا۔ وہاں اس سے اور اس لڑکی سے ملاقات ہوئی، اور کافی تیزی ہو گئی۔ بہر حال معلوم تو کیا ہونا۔ میں واپس چلا آیا اور پھر اسی روز شام کو میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ میں نے اس وقت گھبراہٹ میں پولیس کو بیان دے دیا تھا جو حقیقت تھی۔ لیکن جب ہوش ٹھکانے آئے تو میں نے اس سلسلے میں سوچا اور پھر رحمان صاحب سے مل کر ایک نئی چال چلی۔"

"وہ کیا ہے"

"میں نے رحمان صاحب کو بتایا کہ وہ جان بوجھ کر میرے پاس بھیجا گیا تھا۔ دراصل پروفیسر نے مجھے دھمکی دی تھی کہ چونکہ میں نے اس کی بے عزتی کی ہے۔

اس لیے میں کبھی اپنی عزت محفوظ نہیں رکھ سکوں گا۔۔۔ بات رحمان صاحب کی سمجھ میں آگئی۔۔۔ لیکن سونے پر سہاگہ کا کام پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے کیا ہے۔ خون کی رپورٹ نے رحمان صاحب کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اور اس بات پر میں خود بھی حیران ہوں۔" فیاض نے کہا۔

عمران گردن ہلانے لگا۔ حالات کافی پُر اسرار تھے۔

"گویا اِس طرح تمہاری جان بچ گئی۔" عمران نے کہا۔

"ہاں! دراصل یہ میری زندگی کا عجیب ترین واقعہ ہے۔ یوں تو میں نے درجنوں قتل کئے ہیں، مگر یہ قتل عجیب نوعیت کا تھا۔"

"فیاض صاحب! تم نے بہرحال اپنے مفاد کی خاطر یہ قتل کیا ہے، اور میں اس کا گواہ ہوں۔" عمران نے سخت لہجے میں کہا۔ اور فیاض کی آنکھیں پھیل گئیں۔ پھر وہ پھیکے انداز میں ہنستے ہوئے بولا۔ "مذاق مت کرو عمران، میں پہلے ہی کافی پریشان ہوں۔"

"میں کہہ چکا ہوں ڈیر! اس میں مذاق کی کوئی بات نہیں ہے۔ تم آج تک ذرا سی لغزش پر میرے اوپر چڑھ دوڑتے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ اگر میری لیئت مضبوط نہ ہوتی تو اب تک کبھی کا تم مجھے پھانسی کا پھندا دلوا چکے ہوتے۔ مجھے تو اب ایک ہی موقع ملا ہے۔ یہ دیکھو۔" یہ دیکھو۔ عمران نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چوکور بکس نکال لیا۔ یہ ٹیپ ریکارڈ ہے۔ اور اس میں تمہارا اعتراف ٹیپ ہے۔"

فیاض کا چہرہ زرد ہو گیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے عمران کی شکل دیکھنے لگا۔

"میں نے ابھی تک تمہاری مدد قانون کی طرف سے کی ہے۔ قانون کے خلاف میں نے آج تک کوئی کام نہیں کیا ہے لیکن یہ معاملہ دوسرا ہے، اچھا ٹاٹا۔" عمران اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔۔۔

"ارے ارے سنو تو سنو تو سہی،، فیاض نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن اسکی سنے بغیر باہر نکل گیا۔ فیاض اس کے پیچھے دوڑا لیکن دروازہ پر ہی رک گیا!

عمران باہر نکل آیا، اس نے فیاض سے پوری بات سن لی تھی۔ دراصل ان حالات میں اسے سخت تعجب تھا۔ لیکن فیاض کا پروفیسر عابد پر چڑھ دوڑنا عمران کو پسند نہ آیا تھا۔ اس لئے کہ اس طرح اس کے کیئے کرائے پر پانی پھر سکتا تھا، اس لئے اس نے فیاض کو تھوڑا سا سبق سکھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور ٹیپ ریکارڈ کی کہانی اسے سنا دی۔ ورنہ درحقیقت وہ ٹیپ ریکارڈ نہ تھا۔ اور اس طرح وہ اسے پوری طرح اپنی مرضی کے مطابق ہینڈل بھی کر سکتا تھا۔

پیکارڈ محکمہ سراغرسانی کے دفتر سے باہر آگئی اور اب اس کا رخ جولیا کے فلیٹ کی طرف تھا۔



کچھ دنوں سے میں تمہیں کافی پریشان دیکھ رہا ہوں "۔ بڑے میاں نادر کی شکل دیکھتے ہوئے بولے۔

" ایسی پریشانی نہیں ہے انکل!۔ اسے مصروفیت کہتے ہیں۔ نادر نے میز کا کونہ کھٹکھٹاتے ہوئے کہا۔

" میں اس مصروفیت کا سر پیر ہی نہیں سمجھا۔" بڑے میاں نے کہا۔

" مصروفیت کے سر پیر نہیں ہوا کرتے انکل ـــ!

"میرا مطلب ہے کہ یہ کیسی مصروفیت ہے۔ یا تو لیبارٹری میں بند رہتے ہو، یا پھر نجانے کہاں کہاں مارے پھرتے ہو۔ دو دن سے جزیرے پر بھی نہیں گئے۔"

"وہاں کا کام آپ کی نگرانی میں ٹھیک ہو رہا ہے،" ناصر نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے، لیکن تمہارے اندر نمایاں تغیر پیدا ہو گیا ہے۔"

"وہ کیا۔؟"

"تم مجھے سب کچھ نہیں بتاتے بلکہ بعض اوقات اپنی پریشانی بھی مجھ سے چھپاتے ہو۔" بڑے میاں کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے۔

"اوہ نہیں انکل!۔ اگر آپ کو میری کسی بات سے یہ احساس ہوا ہے تو میں شرمندہ ہوں۔"

"مجھے بتاؤ۔ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔" بڑے میاں نے کہا۔

"ابھی کچھ نہیں انکل، ضرورت پڑنے پر میں آپ سے ضرور کام لونگا"

"یہ ٹالنے والی بات ہے!"

"نہیں یہ صرف آپ کا خیال ہے۔ بہرحال یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ میں ان لوگوں کے چکر میں ہوں جنہوں نے میرے جزیرے پر گوریلا چھوڑا تھا اور ایک چھوڑا تھا جو جاسوسی کر رہا تھا۔"

"ہاں بس اسی حد تک مجھے علم ہے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا۔"

"میں اور عمران ایک خطرناک مجرم کے مقابلے پر آ گئے ہیں۔"

"انکل وہ بے حد خطرناک ہے۔ اور درحقیقت اس نے ہم لوگوں کو ناکوں چنے چبوا دیئے ہیں۔" ناصر نے کہا۔

"ہوں۔" بڑے میاں کسی خیال میں ڈوب گئے۔ پھر بولے۔ "کیا تم اس کے بارے میں کوئی اندازہ لگا سکتے ہو۔ کہ وہ کون ہے، اور کہاں ہو سکتا ہے؟"

"اس کا شجرہ حسب و نسب بھی معلوم ہو گیا ہے انکل!" ناہر مسکرایا۔

"یعنی وہ تمہاری نگاہوں میں آ چکا ہے۔؟"

"نہ صرف آ چکا ہے۔ بلکہ دیدہ دلیری سے ہمارے سامنے اپنے جرائم کی تکمیل کر رہا ہے۔"

"پھر کیا قباحت ہے؟"

"اس کی سب سے بڑی جیت یہ ہے کہ اس نے آج تک کوئی ثبوت نہیں چھوڑا ہے۔"

"اوہ۔ تو اب تم بھی چوروں کی طرح ثبوت کے چکر میں پڑ گئے،" بڑے میاں ہونٹ سکوڑ کر بولے۔

"انکل۔ یہ میرا ملک ہے، مجھے خدشہ ہے کہ آپ جوش میں کوئی کارروائی نہ کر بیٹھیں۔!"

"تمہارے بغیر کیا کر سکتا ہوں۔ میری کچھ کرنے کی اسپرٹ تو ختم ہو گئی ہے۔ تمہاری مرضی ہے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ اب تم مجھے زیادہ لفٹ نہیں دیتے ہو۔"

"اوہ۔ سنیئے۔ یہاں ایک پرائیویٹ سائنسدان ہے پروفیسر عابد بریخیڈ روڈ پر اس کی کوٹھی میں ایک فیڈ رو نامی شخص رہتا ہے۔ چپٹی ناک والا یہی وہ خطرناک انسان ہے، جس نے ہمیں پریشان کر رکھا ہے۔"

کچھ دیر خاموش رہ کر ناہر بولا۔ "آپ جزیرے پر روانہ ہو جائیں انکل میں ابھی مصروف رہوں گا۔ دوپہر بعد آجاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ ویسے میں آج کل شدت سے بور ہو رہا ہوں۔ مجھے تفریح کا ذرا بھی موقع نہیں ملتا۔" بڑے میاں کہنے لگے۔

"میں چاہتا ہوں کہ میں پہلے یہ ہنگامہ ختم ہو جائے پھر وہاں آپ کی ضرورت

نہیں رہیگی انکل! ویسے آپ میرے پہنچنے کے بعد وہاں سے واپس آسکتے ہیں۔“

”بڑے میاں نے گردن ہلا دی۔ پھر وہ اٹھ کر باہر نکل گئے۔

ناصر اپنی جگہ بیٹھا سوچ رہا تھا۔ وہ اٹھ کر فون کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے ایک نمبر ڈائیل کیا، اور ریسیور کان سے لگا لیا۔

”گرے اینڈ سنز“ دوسری طرف آواز آئی۔

”مسٹر ڈف!“ ناصر نے کہا۔

”کون صاحب ہیں!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ناصر!“

”یس سر، ہولڈ آن پلیز،“ دوسری طرف سے جواب ملا۔ اور چند منٹ بعد ایک غراہٹ سنائی دی۔

”ڈف!“

”کیا پوزیشن ہے مسٹر ڈف!“ ناصر نے کہا۔

”بہت حیرت انگیز حالات ہیں جناب، ہمارے دو آدمی سخت نگرانی کر رہے ہیں۔ انھوں نے ایک خفیہ دروازہ کا پتہ لگایا ہے جو عمارت کی پشت پر ہے۔ اسی طرف لیبارٹری ہے۔ ویسے انھوں نے ایک آدمی کو بھی وہاں دیکھا ہے وہ بھی شاید اس عمارت کی نگرانی کر رہا ہے۔

”اوہ۔ اس سے پوشیدہ رہا جائے۔ ویسے اسے اپنا کام کرنے دیا جائے۔ میرے خیال میں وہ عمران کا آدمی ہوگا۔ کوئی خاص بات تو نہیں ہے۔“

”ابھی تک نہیں۔ عقبی دروازہ ابھی دریافت ہوا ہے۔ اب اس کی باقاعدہ نگرانی ہو رہی ہے۔ ممکن ہے کوئی بات معلوم ہو جائے!“

”مجھے فوراً اطلاع دی جائے۔!

"یس سر اعرابی بلوی آما" نے کہا اور ناصر نے فون بند کر دیا۔ ابھی ان لوگوں کو ٹریننگ کی ضرورت ہے۔ ناصر نے سوچا۔ انچارج ایک با صلاحیت آدمی تھا، لیکن اس کی کارکردگی ناصر کے معیار پر پوری نہیں اتری تھی، دراصل ناصر کو آدمیوں کی ضرورت تھی جو پوری ہو گئی تھی جزیرہ مکمل ہو جانے کے بعد وہ ان کی تنظیم بھی کرنا چاہتا تھا اس لیے ان پر کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی بہر صورت وہ کام تو کر ہی رہے تھے۔

ریسیور رکھنے کے بعد ناصر اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور پھر چند منٹ کے بعد اس کی کار بینیڈونگ کاٹیج سے نکل گئی۔ اسے کچھ کام کرنے تھے۔ بڑے میاں اس کے حکم کے مطابق جزیرے پر چلے گئے تھے، ناصر کار دوڑاتا رہا، کافی دور نکلنے کے بعد جب وہ خیالات کی قید سے نکلا تو اسے احساس ہوا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے، اس کے چہرے پر عجیب تاثرات پھیل گئے۔ ایک چھوٹی سی کار اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ اس نے فوراً اپنی کار ایک طرف موڑ دی۔

کار ایک پیڑھی سڑک سے نکل کر ایک دوسری بڑی سڑک پر نکل آئی یہ سڑک رحیم پور جاتی تھی۔ ناصر سڑک پر آگے بڑھنے لگا تھوڑی دیر بعد وہ سڑک سے کافی دور نکل آیا، یہاں سے پھلوں کے باغات کا سلسلہ شروع ہوتا تھا۔ باغات سڑک کے دونوں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ بظاہر وہ کافی پر فضا جگہ معلوم ہوتی تھی۔

ناصر عقب نما آئینے میں چھوٹی سی کار کو بدستور اپنے پیچھے آتا ہوا دیکھ رہا تھا پھر اس نے رفتار ہلکی کر دی اور چھوٹی سی کار چھوٹی نک میں بہت قریب آ گئی۔ ناصر سست رفتاری سے چلتا رہا، پھر ایک دم بریک لگا دیئے۔ اور کار سڑک پر آڑی کر دی اور پوری سڑک گھر گئی۔ چھوٹی کار سے ہاتھ ہلایا جانے لگا۔ اور ناصر نیچے اتر آیا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے رکنے کا اشارہ کیا۔ کار رک گئی۔ اس میں ایک

دبلا پتلا آدمی لیکن ذرا اسمارٹ سا بیٹھا ہوا تھا جس نے آنکھوں پر بے بلوں کا چشمہ لگا رکھا تھا۔

"کیا بات ہے" اس نے کھڑکی سے گردن نکال کر کہا۔

"براہ کرم تکلیف کریں" نادر بڑی شائستگی سے بولا۔ دبلے پتلے آدمی نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا اور پھر نیچے اتر آیا۔ اس کے جسم پر عمدہ سوٹ تھا۔

"کیا بات ہے جناب۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔" وہ قریب آ کر بولا۔

"میں آپ سے صرف ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی۔" وہ حیرت سے بولا۔

"جی ہاں۔ براہ کرم میری کار میں تشریف لے آیئے۔"

"ہم... میں سمجھا نہیں" وہ بوکھلا سا گیا۔

نا ناگاہ نادر بھی خندال پیشانی سے پیش آیا تھا۔ اور دوسرے ہی لمحے اس کا ہاتھ جیب میں رینگ رہا تھا۔ وہ شاید پستول نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن اچانک نادر کا ایک زبردست ہاتھ اس کی گردن پر پڑا اور وہ ایک ہی ہاتھ میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ دوسرے ہاتھ کی نوبت ہی نہیں آئی۔ اس نے گردن ڈال دی تھی۔ نادر نے اسے کسی کھلونے کی طرح اٹھا کر بغل دبایا اور تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ پچھلا دروازہ کھول کر اس نے اسے اندر ڈال دیا اور پھر شیشے چڑھانے کے بعد کار واپس موڑ دی۔ وہ واپس بلینڈ ونگ کاٹیج کی طرف جانے لگا۔ کار کی رفتار درمیانی تھی۔ دوسری چھوٹی کار اس نے اسی جگہ چھوڑ دی۔

بلینڈ ونگ کاٹیج میں داخل ہو کر اس نے اس بے ہوش شخص کو باہر نکالا اور بازوؤں میں دبائے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بلینڈ ونگ

کاٹیج کے تہہ خانہ میں پہنچ گیا۔ بے ہوش شخص کو اس نے کوچ پر ڈال دیا اور پھر ناصر اس کی شکل دیکھنے لگا۔۔۔۔ تعلیمیافتہ آدمی معلوم ہوتا تھا۔ ویسے مقامی ہی تھا۔ یقیناً بینڈ ونگ، کاٹیج کی بھی نگرانی کی جا رہی ہے۔ اس نے سوچا یہ دوسری بات ہے کہ وہ لوگ اس میں گھسنے کی ہمت نہیں کر سکتے ہیں۔ ناصر سوچنے لگا۔

بے ہوش آدمی کی سانسیں اب معمول پر آتی جا رہی تھیں، پھر اس نے آنکھیں کھول دیں اور حیرانی سے چاروں طرف دیکھنے لگا، پھر وہ ہونٹوں پہ زبان پھیر کر خوفزدہ نظروں سے ناصر کو دیکھنے لگا۔

"ہیلو۔" ناصر مسکرایا۔

"آپ ۔۔۔ ہم ۔۔۔ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں جناب؟" اس نے پوچھا۔

سوچا تھا کہ پنچ تمہارے ساتھ کروں۔ ناصر نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔"

"کیوں۔ کیا تم پنچ نہیں کرتے ہو۔۔ ویسے یہ دوسری بات ہے کہ ہم تم دوستانہ فضا میں گفتگو کر لیں گے۔ لیکن ایک بات یاد رکھو۔ کہ اگر تمہیں میری جان لینے پر مجبور کیا گیا ہے تو میں تم سے کوئی تعرض نہیں کروں گا۔ تم باعزت طور پر یہاں سے چلے جاؤ گے۔ لیکن اگر تم نے مجھ سے جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو۔ یہ جگہ تمہارا مقبرہ بن جائے گی۔"

عجیب سی نظروں سے وہ ناصر کی شکل دیکھنے لگا۔۔۔۔

"کیا خیال ہے۔ کیا تم تیار ہو۔۔۔۔؟"

"تم ۔۔۔ میں ۔۔۔ !"

"پہلے مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔ تم کون ہو، اور کہاں رہتے ہو۔۔۔؟"

"میرا نام ڈسٹر ہے۔ کھرڈ اسٹریٹ کی ایک عمارت میں رہتا ہوں"۔ وہ گھبرائے ہوئے انداز میں بولا۔

"اس کے لئے کب سے کام کر رہے ہو ۔۔۔؟" ناصر نے پوچھا۔

"کس ... کے لئے ... کس کے لیے ......" وہ گھبرائے ہوئے انداز میں بولا۔

"میں کہہ چکا ہوں کہ جھوٹ بولنے کی کوشش تمہارے لیے موت بن جائیگی" ناصر نے خطرناک لہجے میں کہا۔

"موت ......" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ "موت تو ہر حالت میں ہے۔.... تم مجھے چھوڑ دو گے وہ ضرور قتل کر دے گا۔"

"اس صورت میں تمہاری حفاظت کی جا سکتی ہے۔" ناصر نے اسے یقین دلایا۔

وہ ناصر کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر اسکے چہرے کی رنگت بدل گئی...... اس کی آنکھیں خوابناک ہو گئیں اور پھر وہ بند ہوتی چلی گئیں ....

"اداکاری مت کرو۔ اگر تمہاری موت ہی آ گئی ہے تو دوسری بات ہے"۔ ناصر اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک طرف بڑھ گیا۔ ویسے اس نوجوان کی حالت مخدوش نظر آنے لگی تھی۔ وہ اس بات سے اچھی طرح واقف تھا کہ فیڈرو ایک خطرناک ہپناٹسٹ اپنے معمول کو کوئی بھی حکم بھی دے سکتا ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ اگر تم سے اس کے بارے میں سوال کرے..... تو تم پر تنویمی نیند طاری ہو جائے گی اور تم کسی کو کچھ نہیں بتا سکو گے۔ ایسی ہی کوئی شکل اس وقت بھی ہو سکتی ہے۔ بہر حال ناصر نے بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اسے بجلی کے جھٹکے دے کر بیدار کریگا۔ اگر وہ بن رہا ہے تب بھی اس کا دماغ درست ہو جائے گا۔ اگر وہ واقعی ہپناٹزم کے زیر اثر ہے تو بھی وہ ٹھیک ہو جائے گا۔

اس نے الماری سے ایک آلہ نکالا، پھر اس کا پلگ ساکٹ میں لگا دیا اور اس کا دستہ ہاتھ میں لیے ہوئے نوجوان کی طرف بڑھنے لگا۔ اس وقت نوجوان کا ہاتھ اس کی جیب میں تھا۔۔۔۔ پستول ناہر اس کی جیب میں سے پہلے ہی نکال چکا تھا۔ اس لیے اب اسے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ نوجوان کا ہاتھ اس کی جیب سے نکل کر اندر کی طرف گیا اور اس نے کوئی چیز نکال کر منہ میں ڈال لی۔ اچانک ناہر کو ایک احساس ہوا اور وہ برق رفتاری سے نوجوان کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے آلہ ایک طرف ڈال دیا اور نوجوان کا منہ کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن اس کا منہ نہیں کھل سکا۔

چند سکینڈ کی جد و جہد کے بعد اس نے اسے چھوڑ دیا اور غور سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ نوجوان کے انداز میں کوئی تغیر و تبدل پیدا نہیں ہوا۔۔۔ ناہر نے پھر آلہ اٹھایا اور اس کے دو تین زبردست جھٹکے دیئے۔

نوجوان نے آنکھیں کھول دیں۔

"تم نے کیا کھایا ہے۔ جلدی بتاؤ۔"

"زہر کی گولی۔۔۔۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ اگر کسی پریشانی میں پھنس جاؤں تو یہ گولیاں کھا لوں۔"

نوجوان نے جواب دیا۔

"اوہ۔ ناہر ایکدم کھڑا ہو گیا۔ اس آدمی کو زندہ رکھنا ضروری تھا ورنہ اس کی تمام محنت بے کار ہو سکتی تھی۔ فیڈرو اسے ایک اور شکست دے دیتا۔ وہ اٹھ کر تہہ خانہ کے دروازہ کی طرف دوڑا۔ زہر نے ابھی تک اثر نہیں کیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ کوئی زود اثر زہر نہیں ہے۔۔۔ اگر وہ زود اثر نہیں ہے تو اسے یقیناً بچایا جا سکتا تھا۔

پھر نا صر تہہ خانے سے باہر آیا اور ایک طرف دوڑتا ہوا چلا گیا۔ پھر ایک کمرے میں پہنچ کر اس نے الماری میں سے کچھ شیشیاں نکالیں اور اُن میں سے ایک سیال نکال کر اس نے ایک گلاس مکسچر تیار کیا اور وہ گلاس لے کر تیزی سے واپس پلٹا۔ وہ ہر قسم کے زہر کا بہترین تریاق تھا۔ پھر وہ تیزی سے تہہ خانے میں داخل ہوا اور پھر اس کی نظر اس نوجوان پر پڑی وہ ایکدم ٹھٹھک گیا۔

بڑا بھیانک منظر تھا.......

نوجوان زمین پر چت پڑا تھا۔ اور اس کے جسم سے گوشت گل گل کر زمین پر بہہ رہا تھا۔ اس کا منہ کھل گیا تھا۔ اور آنکھیں دہشت انداز میں چھت کی طرف گڑی ہوئی تھیں...........



پیکارڈ ٹیپ ٹاپ نائٹ کلب کے وسیع پارکنگ میں رک گئی ــ اور وہ نیچے اتر آیا۔ اس کے جسم پر بہترین لباس تھا...
...... اور پہنا بھی سلیقے سے گیا تھا۔"

وہ کافی باوقار اور اسمارٹ نظر آرہا تھا۔

آہستہ آہستہ قدموں سے وہ اندر کی طرف چلنے لگا۔ وہ یہاں کا مستقل ممبر تھا۔ اور اکثر یہاں اس کی وجہ سے ہنگامے ہوتے رہتے تھے۔ چنانچہ اگر کبھی وہ شرافت کے موڈ میں یہاں آجاتا تو یہاں کے عملے اور مستقل گاہکوں کو حیرت ضرور ہوتی تھی۔

چنانچہ آج بھی بہت سے لوگوں نے تعجب خیز نظروں سے اسے دیکھا اور ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ــ

انھیں عمران بھگت ہی معلوم ہو رہا تھا۔ لیکن عمران سب سے بے نیاز اپنی مخصوص میز کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ویٹر نے میز سے اس کا نام ہٹا کر ادب سے گردن جھکائی ۔۔ عمران ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

اس کے بعد اس نے طائرانہ نظروں سے پورے ہال کا جائزہ لیا۔ نائٹ کلب کا ہال پوری طرح بھرا ہوا تھا۔ چاروں طرف قہقہے سنائی دے رہے تھے۔

عمران نے ویٹر کو وینلا اسکوائش کا آرڈر دیا۔ اور کرسی کی پشت سے ٹک کر جیب میں چیونگم کا پیکٹ تلاش کرنے لگا۔ پھر اس نے چیونگم کا پیکٹ سے چند پیس نکال کر انھیں منہ میں ڈالنے کا ارادہ کیا ۔۔ لیکن اچانک نہ جانے کیوں اس نے یہ ارادہ ترک کر دیا ۔ لیکن ویٹر نے فوراً اس کے آرڈر کی تکمیل کر دی تھی.....

وینلا اسکوائش کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا ہوا وہ اپنے پروگرام کے بارے میں سوچنے لگا۔ وہ آج سپھر پروفیسر عابد کی لیبارٹری میں داخل ہونا چاہتا تھا۔ لیکن اس بار اس داخلے کے لئے اس نے بہت سے انتظامات کئے تھے، پروگرام کے تحت اسے کافی وقت یہاں گزارنا تھا۔ اس کے بعد وہ وہاں کے لئے روانہ ہونے والا تھا۔ بلیک زیرو ۔۔ بدستور اس کی کوٹھی کی نگرانی کر رہا تھا، اور ابھی تک پوری طرح کامیاب تھا

—.... اس پر کسی کو شک نہیں ہو سکا تھا — بلیک زیرو کو اس نے اطلاع دے دی تھی کہ رات کو گیارہ بجے کے بعد — وہ — اس سے ملے گا اس لئے وہ پوری طرح تیار رہے۔ اس وقت اس کے پاس اپنے بچاؤ کے لئے جدید ترین سامان کے علاوہ ایک پاکٹ کیمرہ اور اس میں ٹیپ ریکارڈ بھی تھا وہ اسکوائش کے سپ لیتا رہا۔ گلاس خالی ہونے کے بعد جیب سے اس نے رومال نکال کر ہونٹ صاف کئے۔ اس کے بہت سے شناسا یہاں موجود تھے۔ وقت گزاری کے لئے کسی سے بھی رابطہ قائم کیا جا سکتا تھا۔ لیکن خود اس نے ایسی کوشش نہیں کی.....

تقریباً آدھا گھنٹہ گزرا ہو گا کہ وہ یکایک بری طرح چونک پڑا.............. ہال کے دروازہ میں ایک ایسی ہی شکل نظر آئی تھی۔

یہ فریدہ تھی.......... پروفیسر عابد کی لڑکی — فریدہ —!....

اسے یہاں دیکھ کر عمران کو سخت حیرت ہوئی تھی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس طرح وہ اس وقت یہاں نظر آ سکے گی۔

عمران اسے دیکھتا رہا.......... فریدہ لاپرواہی سے چلتی ہوئی ایک میز کی طرف بڑھ گئی....—

اس نے شاید عمران کو دیکھا ہی نہیں تھا۔ اور پھر وہ میز کے

گرد پڑی ہوئی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی......

یہ یہاں کیوں آئی ہے......... اکیلی آئی ہے یا اس کے ساتھ اور کوئی بھی ہے........... جن حالات میں وہ گھرے ہوئے تھے ان کے تحت فریدہ کا یہاں آنا انتہائی تعجب خیز تھا عمران سوچتا رہا......

وہ میز جس پر فریدہ بیٹھی تھی۔ وہ میز عمران کی میز سے زیادہ دور نہیں تھی۔ فریدہ کا رخ بھی ایسا تھا کہ اس کی نگاہ عمران پر پڑ سکتی تھی...... ویٹر فریدہ کے پاس پہنچ گیا۔ اور اس نے اسے آرڈر دینے کے لئے گردن اٹھائی......

...... اور اسی وقت اس کی نگاہ عمران پر پڑی...... چند سکینڈ وہ عمران کو دیکھتی رہی...... اور اچانک اس کے چہرے پر شناسائی مسکراہٹ پیدا ہو گئی...... اس نے بیرے سے کچھ کہا...... کیونکہ عمران اس وقت اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا......

بیرا عمران کی طرف بڑھا۔ اور اس کے قریب پہنچ کر اس نے کہا "جناب! ان محترمہ نے آپ کو مخاطب کیا ہے"۔

ایں۔ عمران نے چونک کر کہا...... اور فریدہ کی طرف دیکھنے لگا پھر اس نے فریدہ کو اپنی میز کی طرف آنے کا اشارہ کیا۔ فریدہ خود ہی اٹھ گئی......

اور چند سکینڈ کے بعد وہ اس کی میز پر آ کر بیٹھ گئیں..

"عمران صاحب! — وہ چیختے ہوئے بولی۔

"شکر ہے کہ آپ پہچانتی تو ہیں ...... عمران نے کہا اور پھر اس نے کہا۔

"کیا ہو گی ......؟

"جو کچھ بھی پلوا دیں ...... آپ کی ناراضگی حق بجانب ہے" اس نے کہا۔

"وینیلا اسکواش ڈبل! — عمران نے کہا اور ویٹر سر ہلا کر چلا گیا۔

عمران فریدہ کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ بھی اس کی طرف دیکھ رہی تھی .....

"آج تم اکیلی کیسے نظر آ رہی ہو" عمران نے پوچھا۔

"بڑی مشکل سے نکل سکی ہوں، عمران صاحب ...... انتہائی مشکل سے ...... میں زندگی کی حد تک بیزار ہو گئی ہوں"

فریدہ نے جواب دیا۔

"ویسے کیا اب تم مجھے پہچان رہی ہو۔"

"کیا مطلب ...؟"

"میرا مطلب نغمہ والی حیثیت سے ہے۔"

فریدہ نے سر جھکا کر جواب دیا۔

"مجبوری کی وجہ سے ......؟

"کاش میں بتا سکتی —!

عمران پھر غور سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ وہ الجھن میں پڑ گیا تھا...... اس طرح تو اس کے تمام خیالات غلط ثابت ہو رہے تھے اس کے خیال میں پروفیسر عابد اور فریدہ فیڈرو کے ٹرانس میں پھنسے ہوئے تھے...

"ایسی کیا بات ہے فریدہ۔ کیا میں تمہاری کچھ مدد کر سکتا ہوں!"

"ہم کسی شیطانی چکر میں پھنسے ہوئے ہیں عمران صاحب۔ میں آپ کی مدد چاہتی ہوں......."

"اس وقت تمہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ میں یہاں پر ہوں۔" عمران نے پوچھا۔

"اوہو۔ اس وقت تو آپ اتفاقاً نظر آ گئے ہیں۔ میں آپ سے ملاقات کے لئے موقع نکالنا چاہتی تھی......"

عمران گردن ہلانے لگا......... پھر بولا۔ وہ شیطانی چکر کیا ہے......؟

"آپ کو معلوم ہے کہ میں ڈیڈی کو اسسٹ کرتی ہوں۔"

"ہاں۔ مجھے علم ہے۔"

"ڈیڈی عام آدمیوں سے جداگانہ فطرت رکھتے ہیں...... جداگانہ فطرت سے مراد یہ ہے کہ وہ حکومت کے لئے کوئی کام کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن انھوں نے کوئی غلط کام بھی نہیں کیا تھا..... لیکن اب وہ دوسرے انداز سے سوچنے لگے ہیں......"

"وہ کیا انداز ہے......؟"

ڈیڈی آج کل چند زہریلی گیسوں کا فارمولا تیار کر رہے ہیں جو جنگ کے کام آتی ہے۔۔۔۔ فریدہ نے بتایا۔
اور عمران کے ذہن کو ایک شاک لگا۔۔۔ وہ گہری نظروں سے فریدہ کو دیکھنے لگا۔۔۔ یہ کیسے ممکن ہے۔۔۔۔۔۔۔۔
۔۔۔ یہ کیسے ممکن ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ فریدہ اتنی لاپرواہی سے اسے یہ سب کچھ بتا رہی ہے۔۔۔۔۔ یہ مشکل ہے۔۔۔۔ یہ مشکل ہے ضرور اس میں کوئی راز ہے۔۔۔۔ ۔۔۔ اور اسی راز کا پتہ لگانے کے لیے ــــ عمران کو اپنی تمام صلاحیت صرف کرنا تھی۔۔
"وہ شیطانی چکر کیا ہے فریدہ ــ" اس نے پوچھا۔
"یہی کہ ڈیڈی اس انداز میں کیسے سوچنے لگے ہیں۔۔۔ اس سے قبل انہوں نے کبھی نہیں سوچا تھا ــ!
"تم نے پوچھا تھا۔۔۔۔؟"
"پوچھا تھا ــــ لیکن انھوں نے کچھ نہیں بتایا"
فیاڈرو کون ہے۔۔۔؟" اچانک عمران نے سوال کیا۔!
"وہ ڈیڈی کا دوست ہے۔۔۔۔۔"
"ممکن ہے کہ وہ اس سلسلہ میں اکسا رہا ہو"
"جی۔۔۔۔۔۔ وہ تھوڑا بہت سائنسدان خود ہے۔ لیکن ایسا کوئی کام نہیں کر سکتا ــ!"
"رضوی کا کیا ہوا تھا۔۔۔۔۔۔ عمران نے دوسرا بم پھینکا۔
اس کا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔۔۔۔

"رضوی کی موت ہم سب کے لیے پر اسرار ہے ..... وہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھا ..... اگر اسے کسی نے قتل کیا ہے تو وہ اس کا ذاتی معاملہ ہو سکتا ہے۔۔"

"ہوں — !تو اب مجھ سے کیا مدد چاہتی ہو فریدہ — ؟"

"میں چاہتی ہوں کہ تم ڈیڈی کے رجحان کا پتہ چلاؤ ۔" فریدہ نے کہا۔

"وہ کس طرح" عمران نے سوال کیا۔

"کسی بھی طرح — یہ تمہاری ذہانت پر مبنی ہے"

"ہوں —" عمران کسی سوچ میں ڈوب گیا اور پھر گردن ہلا کر بولا۔

"اس کی ایک ترکیب ہو سکتی ہے فریدہ —"

"کیا —"

فریدہ نے پوچھا۔

"تم مجھے اپنے دوست کی حیثیت سے اپنی کوٹھی پر مدعو کرو۔ وہاں رہ کر میں تمہارے ڈیڈی کے بارے میں معلومات کروں گا۔" عمران نے کہا۔

"ترکیب اچھی ہے — لیکن ڈیڈی تمہیں پہچان لیں گے۔" فریدہ پُر از خیال میں بولی۔

"میں میک اپ کر لوں گا۔"

"ہاں یہ مناسب رہے گا —" فریدہ نے گردن ہلائی .....

....... اور فضا میں گھورتی رہی ... عمران بغور اسے دیکھتا رہا

...... اور پھر اس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی ......
...... وہ فریدہ کے راز تک پہنچ گیا تھا ...... چنانچہ اس نے فوری طور پر اپنا فیصلہ بدل لیا ...... پہلے اس کا خیال تھا کہ پروفیسر کی کوٹھی میں داخل ہو کر وہاں کے حالات کا پتہ لگائے گا ......
...... لیکن اب اس نے اپنا ارادہ بدل دیا تھا — درحقیقت فریدہ کی گفتگو عجیب تھی ...... لیکن عمران کی گہری نظروں نے اس کے مشینی الفاظ کا اندازہ لگا لیا تھا ...... فریدہ ہر بات کا جواب سوچ سوچ کر دے رہی تھی ...... جواب دیتے وقت اس کے چہرے کے وہ تاثرات نہیں تھے جو جواب دیتے وقت ہونے چاہئیے تھے اور یہی بات عمران کے شبہ کا باعث بن گئی - اسے یقین ہو گیا کہ اس وقت بھی فریدہ خود نہیں بول رہی ہے۔ بلکہ وہ ہپناٹائز ہے اس کے ہونٹوں سے نکلنے والے الفاظ اس کے نہیں ہیں ......"
مگر اس وقت فیڈرد کیا چاہتا ہے ......؟ ......
عمران سوچتا رہا ...... بہر حال اس نے ایک کوشش کرنے کا فیصلہ کر لیا ...... فیڈرد نے ایک اور چال چل کر عمران کو بیوقوف بنانے کی کوشش کی تھی ...... لیکن ...... کیوں نہ یہ چال اسی پر الٹ دی جائے ......!
"ٹھیک ہے فریدہ ڈیر ! ...... میں تمہاری مدد کروں گا۔"
...... عمران نے گردن ہلائی۔
شکریہ ! مجھے آپ سے یہی امید تھی ...... فریدہ نے کہا۔
اس کے بعد عمران اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔ پھر اس نے

فریدہ کے ساتھ رقص کے کئی راؤنڈ ناچے اور پورے گیارہ بجے تک وہ وہاں رہے۔ ...... دفعتاً فریدہ نے گھڑی دیکھی اور کھڑی ہو گئی۔

"مجھے اجازت دو عمران ..... ! ... اس سے زیادہ دیر تک میں گھر سے باہر نہیں رہ سکتی۔"

"ٹھیک ہے ..... اٹھو۔ کیا تم اپنی گاڑی میں آئی ہو؟" عمران نے پوچھا۔

"ایں ... نہیں .... گاڑی مجھے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ اب میں ٹیکسی لے لوں گی۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے، میں تمہیں، تمہاری کوٹھی پر چھوڑ آتا ہوں۔" عمران نے کہا اور فریدہ نے گردن ہلا دی۔

پھر عمران نے ویٹر کو بلا کر بل ادا کیا، اس کے بعد وہ دونوں ہی باہر نکل آئے۔

فریدہ بوجھل قدموں سے عمران کی پیکارڈ تک آئی۔ عمران نے اس کے لئے اسٹیرنگ والا دروازہ کھول دیا اور وہ اندر آ کر بیٹھ گئی۔ دوسری طرف کے دروازے سے اندر بیٹھ گیا، اور اس نے کار اسٹارٹ کر کے کار آگے بڑھا دی ... فریدہ کا چہرہ سہما سہما نظر آ رہا تھا۔

کار ٹپ ٹاپ سے نکل آئی اور سڑکوں پر دوڑنے لگی .....

فریدہ خاموش بیٹھی تھی۔ عمران کبھی کبھی کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھ لیتا تھا۔ پھر ایک سنسان سڑک پر اسے احساس ہوا کہ اُن کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اور وہ محتاط ہو گیا۔ !

اس نے اچانک پیکارڈ کی رفتار تیز کر دی ۔ اور فریدہ ہلکے سے چونک پڑی ۔ ۔ ۔ ۔

"ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے ۔" عمران فریدہ سے بولا۔

لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ نہ ہی اس نے تعاقب کرنے والوں کو مڑ کر دیکھنے کی کوشش کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عمران چلتا رہا اور پھر جیسے ہی اس کی کار بریبو روڈ سے مختلف سمت میں مڑی، فریدہ چونک پڑی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اس طرف کہاں جا رہے ہو عمران !

فریدہ نے پوچھا۔

" فکر نہ کرو۔ میں نے تمہاری مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے ۔ اور اب میں تمہاری پوری طرح مدد کروں گا ۔ ۔ ۔" عمران نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

" عمران ۔ ۔ ۔ !

فریدہ نے قدرے زور سے کہا۔

" خاموش بیٹھو ۔" عمران کا لہجہ سخت ہو گیا ۔ فریدہ کے چہرے پر اضطراب کے آثار نظر آنے لگے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

" میں شور مچا دوں گی ۔ ۔ ۔"

" خاموش رہو ۔ ۔ ۔ ۔" میں دیکھوں گا کہ فیاض کس قدر چالاک ہے ۔ میں اس کی کسی ایسی ہی غلطی کا منتظر تھا جو وہ آج کر بیٹھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

بچے۔ شاید اس لئے کوئی نئی چال سوچ کر تمہیں میرے پاس بھیجا تھا لیکن میں اس کی چال اب اسی پر الٹ دوں گا۔ عمران اپنے خیالات میں بولا۔

اسی وقت پچھلی کار کی رفتار تیز ہو گئی۔ شاید وہ عمران کی کار سے آگے نکلنا چاہتی تھی۔ لیکن عمران نے اسے اس کا موقع نہیں دیا۔ وہ اس کا راستہ روکتا رہا اور پھر دونوں کاروں میں خوفناک کشمکش شروع ہو گئی۔

عمران بھی شاید دیوانہ ہو گیا تھا وہ بدستور رفتار بڑھاتے جا رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ اسٹیرنگ کو دائیں بائیں کاٹ رہا تھا۔ پچھلی کار میں زبردست بریکیں لگائی جا رہی تھیں ورنہ ٹکراؤ ہونا یقینی تھا۔ وہ لوگ عمران کی کار پر شاید اس لئے فائرنگ نہیں کر رہے تھے کہ فریدہ اس کے ساتھ تھی۔ گاڑیاں شہر سے کافی دور نکل آئیں اور اب وہ ایک خطرناک پہاڑی راستے پر دوڑ رہی تھیں۔ یہاں سڑک بہت پتلی تھی اور دونوں طرف بھیانک کھائیاں تھیں۔ ان کھائیوں کے کنارے ریلنگ ضرور لگی ہوئی تھی لیکن وہ زیادہ اونچی نہیں تھیں۔

اب پچھلی کار آگے نکلنے کی کوشش نہیں کر رہی تھی شاید وہ اس چوڑی سڑک کے انتظار میں تھے جو تقریباً تین میل کے بعد شروع ہوتی تھی۔ عمران بھی ان کے اس ارادے کو سمجھ گیا تھا اس نے عقب نما آئینہ میں کار کو دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر خطرناک مسکراہٹ پھیل گئی اس نے ڈیش بورڈ کے قریب لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور کار کے پچھلے حصہ سے اچانک تیل کی پتلی دھار نکلی۔ اور سڑک پر پھیل گئی۔ تقریباً پچاس گز تک تیل پھیل گیا اور پھر عمران نے ایک اور بٹن دبایا اور ایک شعلہ تیل پر پہنچ گیا۔

کھائیاں ایک دم روشن ہو گئیں۔ ۔ ۔ پچھلی کار چونکہ برق رفتاری سے آ رہی تھی اس لیئے زبردست بریکوں کے باوجود آگ میں گھستی چلی گئی۔ اور پھر کئی بھیانک چیخیں سنائی دیں۔

لیکن عمران نے اپنی کار کی رفتار سست نہیں کی کیونکہ وہ ایک طویل چکر کاٹ کر ایک دوسرے راستے سے شہر پہنچ سکتا تھا۔ فریدہ اب بالکل خاموش تھی۔۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے سامنے دیکھ رہی تھی

عمران تیزی ہی کی رفتار سے کار دوڑا رہا تھا۔ اور پھر وہ اس موڑ پر پہنچ گیا جو گھوم کر دوسرے راستے سے جا ملتا تھا۔ پھر وہ شہر کی طرف واپس جانے لگا۔

فریدہ اب خاموش تھی ایسا لگ رہا تھا جیسے ان تمام واقعات نے اس سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین لی ہے۔ عمران ایک طویل چکر کاٹ کر رانا پیلس والی سڑک پر آ گیا۔ اس وقت وہی عمارت قریب تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ رانا پیلس میں داخل ہو گیا۔

○

ہیلو باس۔۔ اِنہ ہُو۔۔۔۔ کوئی محترمہ بھی ساتھ ہیں
یقین کرو باس تمہارے ساتھ کسی محترمہ کو دیکھ کر کیوں مجھے خوف زدہ اِس
محسوس ہونے لگتا ہے مبادا کبھی کسی چکر میں نہ پھنس جاؤ۔
جوزف اس کے کار سے اترتے ہی بولا۔۔۔۔ وہ اپنی خاص
وردی پہنے ہوئے تھا۔۔ فریدہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس
نے کھڑکی کے چاروں طرف دیکھا۔ لیکن تاریکی کی وجہ سے رانا پیلس کی
عمارت واضح نظر نہیں آرہی تھی۔ عمران اسے لئے ہوئے ایک کمرے میں
آگیا۔

یہ کونسی جگہ ہے عمران صاحب۔ فریدہ نے کافی دیر کے بعد لب
کشائی کی۔

"بہت عمدہ جگہ ہے فکر مت کرو۔"

"آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں۔"

"میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں"

"مگر یہاں۔۔۔"

ہاں۔ یہاں میں پہلے تمہارے ذہن کو شیطانوں کے تسلط سے

آزاد کرا دیں گا۔۔۔" عمران پر اسرار مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"یہ ناممکن ہے۔ تم ایسا نہیں کرو گے۔" فریدہ کے ہونٹوں سے بے جان سے الفاظ نکلے۔ لیکن عمران اس کی طرف توجہ دینے کے بجائے جوزف کو بلانے کے لئے گھنٹی بجانے لگا۔ چند لمحات بعد جوزف اندر پہنچ گیا۔

"یس باس۔ میری کیا ضرورت پیش آگئی" جوزف نے کہا۔

"زیادہ بکواس مت کر۔ تجھے فلیٹ جانا ہے۔ گاڑی لے جا۔ اور فلیٹ سے کاروتساتو کا خاندانی ہیرا لے آ۔۔ اس وقت اس کی ضرورت ہے۔"

"نہیں ناور۔۔ ہم اسے ہاتھ کیسے لگا سکتا باس۔ ہم اس وقت ہی اسے ہاتھ لگا سکتا تھا جب ہم تو تو نی کا سردار ہوتا۔" جوزف کے چہرے پر اچانک خوف کے آثار ابھر آئے۔

جلدی کر۔ انتہائی ہوشیاری کی ضرورت ہے۔۔ اور ہاں گیرج سے دوسری گاڑی نکال لینا۔ پیکارڈ پر سفر کرنا اس وقت خطرناک ہو گا۔ عمران نے سخت لہجہ میں کہا۔ اور جوزف گردن ہلانے لگا۔ اس کے ہونٹوں سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔۔ بہرحال وہ واپسی کے لئے مڑ گیا اور عمران فریدہ کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

فریدہ کے چہرے پر عجیب سی کشمکش کے آثار تھے اس کا سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہو فریدہ" عمران نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ میرا دماغ چکرا رہا ہے" فریدہ نے کہا اور پھر جیسے اسے کچھ یاد آ گیا۔ وہ اپنے لباس میں کچھ ٹٹولنے لگی۔ عمران غور سے

اسے دیکھنے لگا۔ فریدہ نے ایک ننھا سا کیپسول نکالا اور اسی وقت عمران نے اسے دبوچ لیا۔ فریدہ وہ کیپسول منہ میں ڈالنے جا رہی تھی۔۔ وہ اپنے آپ کو عمران سے چھڑانے کی جدوجہد کرنے لگی۔

"مجھے مر جانا چاہیئے۔۔ ہٹ جاؤ۔۔۔ مجھے مر جانے دو۔۔ یہ کیپسول میری زندگی ختم کر سکتا ہے۔ میرا مر جانا ضروری ہے۔۔" وہ چیخ رہی تھی لیکن عمران نے کیپسول اس سے چھین لیا۔

"میں جانتا ہوں تم کیوں مرنا چاہتی ہو۔۔ یہ اس ذلیل فیڈرو کا آخری داؤ ہے۔ لیکن یہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔" عمران کہنے لگا۔

"نہیں عمران مجھے مر جانے دو۔ میرا مرنا ضروری ہے۔"

"تاکہ تم مجھے کچھ بتا نہ سکو۔ یہی بات ہے نا"

"ہاں۔ اس کا یہی حکم ہے۔۔ اس کا یہی حکم ہے کہ جب آزادی کا کوئی راستہ نہ ہو تو یہ کیپسول کھا لو" فریدہ نے کہا۔

"لیکن یہاں میرا حکم چلے گا۔ سیدھی ہو جاؤ۔" عمران خوبخوار انداز میں بولا۔ اور فریدہ چونک کر اسے گھورنے لگی۔۔ وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ پھر وہ صوفے کی پشت سے ٹیک کر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

عمران خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ اور پھر وہ اس وقت تک بیٹھا اس کی نگرانی کرتا رہا جب تک جوزف واپس نہیں آ گیا۔ جوزف وہی شیشہ لیکر آیا تھا عمران کا رو شمانہ کی کرال سے لایا تھا یہ شیشہ زبردست ہپناٹزم کی قوت رکھتا تھا عمران اس کا عملی تجربہ کر چکا تھا اس نے شیشہ ایک میز پر رکھ دیا اور اس سے پراسرار شعاعیں خارج ہونے لگیں۔ فریدہ نے حیرت سے شیشے کو دیکھا اور اس کی نظریں شیشے پر جم کر رہ گئیں۔ عمران نے

ہاتھ بڑھا کر بتی بند کر دی۔ اور پھر وہ شیشے کے پیچھے کی طرف پہنچ گیا۔ کمرے کی فضا میں پُر اسراریت سے لبریز ہو گئیں۔۔ شیشے سے خارج ہونے والی شعاعیں کچھ اور بڑھ گئیں۔۔ اور عمران کی نگاہیں فریدہ پر جم گئیں۔

فریدہ پلکیں جھپکائے بغیر اسے گھورتی رہی تھی۔

"فریدہ۔۔" دفعتاً عمران کے منہ سے عجیب سی آواز نکلی۔ لیکن فریدہ بدستور شیشے کو دیکھتی رہی۔

"فریدہ کھڑی ہو جاؤ۔۔ کھڑی ہو جاؤ۔"

"فریدہ!" عمران پھر بولا۔ اور فریدہ آہستہ آہستہ کھڑی ہو گئی۔

"بیٹھ جاؤ۔" عمران نے پھر کہا۔ اور فریدہ بیٹھ گئی۔

تمہارا ذہن اب ہر تسلط سے آزاد ہے۔ فیڈروہ کی آنکھوں کا جادو اس کا اثر اب تمہارے ذہن پر نہیں ہے تم اس اثر سے آزاد ہو گئی ہو۔" عمران کہتا رہا۔

"تمہارا شعور اب واپس آ گیا۔"

"تم اپنے اصلی ذہن میں آ گئی ہو۔"

عمران کہتا رہا۔

"اب تم سو جاؤ۔ دس منٹ کے بعد تم بیدار ہو گی تمہارے اوپر سے لاشعور کی حکومت ختم ہو جائے گی۔ اور تمہارا شعور واپس آ جائے گا۔ تم سب کچھ یاد رکھو گی۔۔ تمہیں سب کچھ یاد رہے گا۔"

عمران کے چہرے پر مسرت کی سرخی نظر آنے لگی۔ اس نے بتی روشن کر دی۔ اور جوزف کی طرف دیکھنے لگا۔

"اسے اٹھا کر لے جاؤ جوزف!" عمران نے کہا۔
"کسے باس۔" جوزف چونک پڑا۔۔۔ "لڑکی کو؟"
"نہیں اسے۔" عمران نے گورے کی طرف اشارہ کیا اور جوزف نے آگے بڑھ کر بڑے احترام سے وہ گولا اٹھا لیا۔ "ملازم سے کافی کے لئے کہہ دینا۔" عمران نے کہا۔

جوزف باہر نکل گیا۔ عمران تشویشناک انداز میں فریدہ کو دیکھنے لگا۔ اور پھر اس کی نظریں گھڑی پر جم گئیں۔

ٹھیک دس منٹ کے بعد فریدہ نے آنکھیں کھول دیں اور وہ حیران سی نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لینے لگی۔ اور پھر عمران پر نظر پڑتے ہی وہ چونک پڑی۔

"میں۔۔ میں کہاں ہوں۔۔ اوہ۔۔ اوہ۔۔" اس نے سر پکڑ لیا۔ "میرے سر میں کیسی دھمک ہے۔۔"

"ابھی کافی آ جائے گی۔ اسے پینے کے بعد کچھ سوچنا۔ ابھی اپنے ذہن پر زور نہ دو۔" عمران نے نرمی سے کہا۔

"عمران صاحب!۔۔ اوہ۔۔ مجھے سب کچھ یاد آ رہا ہے۔۔ مجھے یاد آ رہا ہے عمران صاحب۔۔! ایک ایک بات یاد آ رہی ہے۔" وہ اسی انداز میں بولی۔

"ذہن پر زیادہ زور مت دو۔۔۔ ابھی چند منٹ اور آرام کرو۔" عمران پھر بولا۔ اور فریدہ ہونٹ سے ہونٹ بھینچے۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ گاہے گاہے اس کے چہرے پر اضطراب کے آثار نمودار ہو جاتے تھے اور وہ آنکھیں کھول کر عمران کو دیکھنے لگتی تھی۔

پھر جوزف کافی لے آیا۔ اس نے ٹرالی کھڑی کر دی۔ عمران نے خود اپنے ہاتھ سے کافی بنا کر فریدہ کو پیش کی۔ فریدہ کافی کے گھونٹ پینے لگی۔ اس کے چہرے سے کافی تھکن کا احساس ہو رہا تھا۔ ایک پیالی ختم ہونے کے بعد عمران نے دوسری پیالی بھر دی۔ فریدہ نے کسی قسم کا تکلف نہیں کیا۔

اچھا۔ جوزف۔ ! اب تم باہر جاؤ۔" عمران نے جوزف سے کہا اور اس کے باہر نکل جانے کے بعد عمران نے اٹھ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا فریدہ نے اس پر بھی کسی قسم کی تشویش کا اظہار نہیں کیا۔ اور وہ خاموشی سے کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتی رہی۔

عمران دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اور اس وقت تک خاموش رہا جب تک فریدہ نے کافی ختم نہ کر لی۔ پھر اس نے پیالی رکھ کر ہتھیلی سے ہونٹ صاف کیے۔ درحقیقت کافی پینے کے بعد اس کے ذہن کی حالت کافی سدھر گئی تھی۔۔ وہ چند منٹ گہری گہری سانسیں لیتی رہی پھر بولی۔

"تم نے مجھے اس کے ذہنی تسلط سے کیسے آزاد کر لیا۔؟"

"پہلے مجھے ایک بات بتا دو۔" عمران نے کچھ سنجیدگی سے کہا۔

"کیا۔"

"کیا تم اس تسلط کے بعد بھی اپنی یادداشت برقرار رکھتی تھیں"

ہاں عمران۔ یہی تو حیرت اور بے بسی کی بات تھی۔ میں پوری طرح سوچ سکتی تھی، پوری طرح سمجھ سکتی تھی کہ میں کیا کر رہی ہوں یا مجھے کیا کرنا چاہیے۔ لیکن میں کر وہی سکتی تھی جو وہ چاہتا تھا یہی حالت ڈیڈی کی بھی تھی۔ ہماری کیفیت! بس میں کیا بتاؤں۔۔۔۔۔"

یوں سمجھ لو جیسے خواب میں ہم چیخنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن آواز نہیں نکلتی ہے۔ یہی ہماری زبردست بے بسی تھی۔"

"گویا جو واقعات اب تک پیش آئے وہ تمہیں سب یاد ہوں گے۔"

"اچھی طرح۔"

"اس کے تسلط کے بعد کے واقعات بھی یاد ہیں؟" عمران نے پوچھا۔

"پوری طرح۔ میں اتنی دیر سے یہی سوچ رہی تھی۔"

"اب تم اپنے آپ کو اس کے ٹرانس سے بالکل آزاد پاتی ہو۔"

"ہاں۔ پوری طرح۔"

"گویا میں کامیاب ہوں۔" عمران نے جیسے خود سے کہا۔ پھر بولا۔ "ان خطرناک واقعات سے تم پوری طرح واقف ہوگی۔ فریدہ! ۔۔ جو پیش آچکے ہیں۔ اور پیش آرہے ہیں۔"

"ہاں عمران۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ ایک ایک لفظ میں تمہیں سچ سچ بتا دوں گی۔" فریدہ نے جذباتی انداز میں کہا۔

"مجھے تمہارے خلوص سے یہی امید ہے فریدہ۔ حالانکہ میں نے اب تک جو حالات دیکھے ہیں اور معلوم کئے ہیں اگر ان پر سطحی نظر سے روشنی ڈالی جائے تو تم اور پروفیسر زبردست مشکوک سمجھے جا سکتے ہو۔ لیکن میں نے حالات کا اچھی طرح جائزہ لیا ہے اور مجھے خوشی ہے کہ میں کامیاب رہا ہوں۔"

"میں تمہاری ممنون ہوں۔" فریدہ نے گردن جھکا کر کہا۔ "لیکن اس میں شک بھی نہیں ہے کہ میں اور ڈیڈی ان واقعات میں برابر کے مجرم ہیں۔"

"اوہ۔" عمران چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"ہاں عمران۔ کبھی انسان بہت بڑا ہو کر بھی بہت ذلیل اور گھٹیا

بجاتا ہے۔" فریدہ مجرموں کے انداز میں بولی۔

عمران خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میرے ڈیڈی بھی ایک عظیم انسان ہونے کے باوجود نہایت ذلیل نام میں سوچ کر ایک ذلیل ترین حرکت کر بیٹھے ہیں۔" فریدہ نے بتایا۔

عمران خاموشی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا کہ فریدہ اس وقت جذباتی موڈ میں ہے اور اس وقت وہ جو کچھ بھی کہہ رہی ہے اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ نہیں ہے۔ وہ بہت سنجیدگی سے اس کی گفتگو سن رہا تھا۔ اس وقت اس کے چہرے پر حماقت کا شائبہ تک نہیں تھا۔

فریدہ چند منٹ گردن جھکا کر کچھ سوچتی رہی جیسے وہ واقعات کو جمع کر رہی ہو۔ اور پھر گردن اٹھا کر وہ عمران کی طرف دیکھنے لگی۔ لیکن اس سے قبل کہ وہ کچھ کہے اچانک جوزف نے باہر سے آواز دی۔ وہ زور زور سے دروازہ پیٹ رہا تھا۔ عمران چونک کر اٹھ گیا۔

---



ناصر کے جبڑے بھنچ گئے اور اس کی آنکھوں میں دیوانگی نظر آنے لگی۔ وہ بلکتے ہوئے آدمی کو دیکھتا رہا نہ جانے کونسا خوفناک زہر تھا جس نے یہ

کرشمہ دکھایا تھا

صرف چند منٹ ۔ ۔ ۔ اور پھر زمین پر ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ پڑا رہ گیا جس سے تمام گوشت جل کر نیچے گر گیا تھا کمرے میں ہلکا سا تعفن پھیل گیا تھا۔ ناصر خاموشی سے اسے دیکھتا رہا ایک بار پھر اسے شکست ہو گئی تھی اس نے سوچا تھا کہ اس شخص سے یقیناً اس سلسلہ میں بہت کچھ معلوم ہو سکے گا۔ لیکن فیڈرو نے اسے شکست دے دی تھی

لیکن ایک بات اس کے ذہن میں کھٹک رہی تھی۔ فیڈرو کا مشن کوئی جذباتی مشن تو نہیں تھا نہ ہی وہ کوئی ایسا کام کر رہا تھا جس کی وجہ سے اس کے ساتھی اتنے جذباتی ہو جائیں کہ اس کا راز کھل جانے کے خوف سے خودکشی کر لیں۔ پھر کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

اور اس کی ایک ہی وجہ سامنے آئی تھی وہ یہ کہ یقیناً فیڈرو نے ان لوگوں کو بھی ہپناٹائز کر رکھا تھا۔ اس نے انہیں ہدایت کر دی تھی کہ اگر ان میں سے کوئی بھی پکڑا جائے اور رہائی کی کوئی صورت باقی نہ رہے تو وہ زہریلی گولی یا کیپسول کھا لے اس وقت بھی اس شخص نے آخری صورت ہی مناسب سمجھی تھی۔

ناصر دانت پیسنے لگا۔

اس بار واقعی ایک خطرناک شخص سے واسطہ پڑا تھا جو قدم قدم پر زبردست چوٹیں دے رہا تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ بالکل سامنے تھا لیکن وہ اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتے تھے۔

تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح کھڑا سوچتا رہا اور پھر اس کی توجہ اسی بالبودار ڈھانچے کی طرف گئی۔ اس کا کچھ کرنا تھا۔ ظاہر ہے کہ

اسے اس طرح یہاں نہیں پڑا رہنے دیا جا سکتا تھا۔

وہ کمرے سے باہر آیا اور پھر وہ تہہ خانے کے جال میں پھیلے ہوئے ایک کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے میں سائنسی آلات رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک ٹرالی کے قریب پہنچ کر اس پر رکھی ہوئی مشین کے تار جوڑے اور پھر ٹرالی دھکیلتا ہوا اس کمرے میں لے آیا۔ یہاں اس نے ٹرالی کی مشین میں لگے ہوئے پلگ کو کمرے میں لگے ہوئے ساکٹ میں لگا دیا اور مشین پر مصروف ہو گیا۔ اس نے ایک ہینڈل گھما کر مشین کے سوراخ اس لاش کی طرف کیے۔ اور پھر ایک بٹن دبا دیا۔ کمرے میں ایک عجیب سی بھیانک آواز گونج اٹھی یہ آواز مشین سے نکل رہی تھی اور پھر مشین سے ایک سفید شعاع نکلی اور ناصر اسے لاش پر اوپر سے نیچے تک پھیرنے لگا۔

وہ مشین اپریٹ کرتا رہا اور اس جگہ سے دھواں سا اٹھنا شروع ہوا جہاں لاش کا بدبودار پانی پڑا ہوا تھا۔ لیکن اس دھوئیں کے نیچے وہ پانی خشک ہوتا جا رہا تھا۔

تقریباً پندرہ منٹ تک یہ عمل جاری رہا۔ پھر پندرہ منٹ کے بعد وہاں کچھ نہیں تھا۔ ہڈیوں کا ڈھانچہ بھی غائب ہو گیا تھا اور وہ جگہ ایسی شفاف نظر آ رہی تھی جیسے وہاں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں پڑا تھا۔

پھر ناصر نے مشین بند کر دی اور پلگ ساکٹ سے نکال لیا پھر اسے اسی کمرے میں لے جانے کے بعد جہاں سے وہ اسے لایا تھا وہ باہر نکل آیا۔ اب اس کا رخ لیبارٹری والے ہال کی طرف تھا۔

لیبارٹری میں وہ ایک گھنٹہ تک مصروف رہا اور پھر نیچے اتر آیا۔ لباس تبدیل کر کے وہ کار کی طرف بڑھا اور چند منٹ کے بعد کار ڈیفنڈ ونگ کالج

سے دوبارہ باہر نکل گئی۔

ناصر کا ذہن اس وقت سوچنے کی مشین بنا ہوا تھا وہ چند اہم قسم کے فیصلے کر رہا تھا۔ اس کے جبڑے بھنچے ہوئے تھے۔۔۔ وہ کار ڈرائیو کر رہا تھا اور کار کا رخ سوان بیچ کی طرف تھا۔۔۔۔ کار اپنی بوٹ میں کھڑی کرنے کے بعد وہ باہر نکل آیا اب وہ اسٹیمر کو رسی کھول رہا تھا اور پھر اسٹیمر اسٹارٹ کر کے سمندر میں داخل ہو گیا۔ اسٹیمر سبک روی سے چل رہا تھا اسے جزیرے پر پہنچنے کی زیادہ جلدی نہیں تھی۔ ساحل سے اب وہ کافی دور نکل آیا تھا۔ قرب و جوار میں دوسرے اسٹیمر بھی آجا رہے تھے ناصر نے کچھ فاصلہ پر ایک بڑا اسٹیمر دیکھا جو اسی سمت جا رہا تھا جس طرف ناصر کا اسٹیمر تھا۔ لیکن ان کا فاصلہ ناصر کے اسٹیمر سے تقریباً دو فرلانگ تھا۔

ناصر نے اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ لیکن چند منٹ کے بعد اسے نے محسوس کیا کہ وہ اسٹیمر ایک طرح سے اس سے ریس کر رہا تھا۔ اس کے چلنے کا انداز ناصر کے اسٹیمر جیسا سا تھا۔

ناصر نے گردن جھٹک دی۔ اس وقت وہ اس قسم کی تفریحات کے موڈ میں نہیں تھا اور پھر اس کا ذہن بھی اس وقت الجھا ہوا تھا اس لئے وہ اپنے طور پر چلاتا رہا۔ اب سمندر میں کافی اندر نکل آیا تھا۔ قرب و جوار میں کوئی کشتی یا اسٹیمر نہیں تھا۔

دفعتاً دوسرے اسٹیمر کی رفتار تیز ہو گئی اس کے ساتھ ہی اس کا رخ بھی بدل گیا اور وہ اب تیر کی طرح ناصر کے اسٹیمر کی طرف آرہا تھا۔ ناصر کی چھٹی حس نے اسے خطرہ کا احساس دلایا اور چونک کر وہ اسٹیمر کی طرف دیکھنے لگا۔ اسٹیمر رخ بدلے بغیر اس کی طرف آرہا تھا۔

ناصر نے اپنے اسٹیمر کی رفتار بڑھا دی اور ہوشیار ہو گیا اور پھر دوسرے اسٹیمر کا فاصلہ ناصر کے اسٹیمر سے صرف چند گز رہ گیا صرف ایک لمحہ میں دونوں اسٹیمر ٹکرا جانے والے تھے۔ ناصر نے ایک دم اپنے اسٹیمر کا رخ کاٹ دیا اور دوسرا اسٹیمر تیزی کے ساتھ اس کے قریب سے گزر اچلا گیا ناصر نے اس میں دو آدمی دیکھے۔ لیکن ان کے چہرے دیکھ کر ناصر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں ان کے چہروں پر بال اگے ہوئے تھے۔ ناصر کو عمران کی بتائی ہوئی تفصیل یاد آگئی۔

اسٹیمر ایک چکر کاٹنے کے بعد پھر گھوما اور اس بار وہ زیادہ ہوشیاری سے ناصر کے اسٹیمر کی طرف بڑھنے لگا۔ شاید وہ ناصر کے اسٹیمر سے ٹکرا جانا چاہتا تھا۔۔ حالانکہ اس طرح ٹکرانے میں دونوں اسٹیمروں کی تباہی اور ان میں موجود لوگوں کی موت یقینی تھی۔ لیکن دوسرے اسٹیمر میں ان دونوں وحشی انسانوں کو دیکھ کر ناصر سمجھ گیا تھا کہ ان کے لئے مر جانا کوئی خاص بات نہیں ہے بلکہ انہیں بھیجا ہی اس لئے گیا ہے کہ وہ خود بھی ناصر کے ساتھ مر جائیں۔

یہ صورت حال بڑی خطرناک تھی۔ ناصر نے اپنے اسٹیمر کو بچا لیا لیکن دوسرے اسٹیمر کا پورا حصہ ناصر کے اسٹیمر سے ٹکرا گیا اور اتنا زبردست جھٹکا لگا کہ ناصر گرتے گرتے بچا۔ بمشکل وہ سنبھل سکا۔ اور اسٹیمر ایک چکر کاٹ کر پھر گھوم گیا۔

سمندر کے سینے پر زبردست جدوجہد ہو رہی تھی ناصر اپنے اسٹیمر کو بچا رہا تھا اور دوسرا اسٹیمر اب اسے بہت کم مہلت دے رہا تھا۔ وہ چھوٹے سے چھوٹا دائرہ بناتا تھا اور اس پر لپکتا تھا ناصر بھی اسی چھوٹے

چھوٹے دائرے میں اپنے اسٹیمر کو بچاتا تھا۔

اور پھر ناصر مجبور ہو گیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے اسٹیمر کا اسٹیرنگ سنبھال لیا اور دوسرے ہاتھ سے جیب سے پستول نکال لیا اس وقت چونکہ وہ اسٹیمر پر اکیلا تھا اس لئے زیادہ دقت ہو رہی تھی ورنہ اسٹیمر پر ایسی تباہ کن چیزیں بھی تھیں جو دور ہی سے اس دوسرے اسٹیمر کو تباہ کر سکتی تھیں۔۔۔ لیکن ایسی صورت میں کسی اسٹیرنگ سنبھالنے والے کی ضرورت تھی۔ تاکہ ناصر ان چیزوں کو استعمال کر سکتا۔ اسٹیرنگ چھوڑ کر وہ جا نہیں سکتا تھا۔ ورنہ دوسرا اسٹیمر اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاتا

اسٹیمر پھر قریب سے گزرا اس بار نہ صرف ناصر نے اپنا اسٹیمر بچایا بلکہ اس کے پستول سے ایک فائر بھی ہوا۔۔۔۔ لیکن۔۔ اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

ناصر کو تعجب ہوا۔ گولی کا نشانہ یقیناً خطا نہیں ہوا تھا۔۔۔

۔۔ وہ اسٹیرنگ پر کھڑے ہوئے شخص کے سینے پر گولی پڑی تھی۔۔۔

۔۔ کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔

دوسری بار ناصر نے پھر فائر کیا لیکن۔۔ نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات رہا۔۔ وہ اسی طرح بیٹھے رہے۔

اس بار ناصر نے اسٹیرنگ کرنے والے کے سر کا نشانہ لیا اور جیسے ہی قریب سے گزرا ناصر نے پھر فائر کیا۔۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا اسٹیمر کے ٹینک کے پھٹنے کا تھا۔ اور پھر شعلے کی جگہ سمندر کا پانی کئی فٹ اچھلنے لگا۔

ناصر نے آنکھیں بند کر کے ایک طویل سانس لی اور دوسرے اسٹیمر کی

طرف دیکھنے لگا۔ جو دھڑا دھڑ جل رہا تھا۔

اس وقت وہ کیا کر سکتا تھا لیکن اگر وہ تباہ ہوتے ہوئے اسٹیمر کے قریب جا کر کچھ معلوم کرتا تو مصیبت میں پڑ سکتا تھا۔۔۔ کیونکہ دھماکے کی آواز دور دور تک گئی تھی۔ اور کئی طرف سے لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے ناصر نے اس وقت ایک لمحہ کے لئے بھی رکنا مناسب نہیں سمجھا اور اچانک اس کے اسٹیمر کی رفتار ایک دم تیز ہو گئی۔ اسٹیمر ہوا کی طرح سمندر کے سینے پر دوڑنے لگا اور ناصر اس خوفناک حملے کے بارے میں سوچنے لگا۔۔ اسے تعجب تھا کہ آخر ان لوگوں نے کیا چکر چلایا ہے۔

ایک آدمی اس کے پیچھے لگا تھا اور دوسرے لوگ بھی سمندر میں اس کے منتظر تھے۔ ان لوگوں نے یقیناً ناصر اور عمران کے گرد آدمیوں کا ایک جال پھیلا دیا تھا۔

اس طرح تو انھیں اس آدمی کی گرفتاری کی اطلاع بھی ضرور ملی ہو گی جو ناصر کی نگرانی کر رہا تھا۔ اس نے سوچا

---

○

"یس مسٹر ڈارگن۔" فیلڈر نے ریسیور میں کہا۔

"ایک بری اطلاع ہے جناب"

"اوہ۔ کیا بات ہے" فیڈرو نے تعجب سے پوچھا۔

"ڈسٹر ناصر کے ہاتھ لگ گیا ہے"

"اوہ۔۔۔۔ کیسے۔!"

بس جناب وہ ناصر کی نگرانی کر رہا تھا۔۔۔۔ ناصر کے اپنے مکان سے نکلتے ہی وہ اس کے پیچھے لگ گیا۔ لیکن ناصر کو شاید شبہ ہو گیا تھا اس لئے وہ ایک سنسان سڑک پر چلا گیا۔ اور وہاں اس نے ڈسٹر کو پکڑ لیا۔۔۔۔ وہ ڈسٹر کو اپنے ساتھ لے گیا ہے۔

"ہوں۔۔ یہ ٹھیک نہیں ہوا ہے۔۔۔ بہر حال اتنا زیادہ خطرناک بھی نہیں ہے" فیڈرو نے کہا۔

"مگر جناب۔ میرا خیال ہے کہ ڈسٹر ہماری نشان دہی کر سکتا ہے"

آرگن نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔ لیکن جواب میں فیڈرو نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"فیڈرو نے کچی گولیاں نہیں کھیلا ہے آرگن۔۔ تم میرے ساتھی ہو لیکن ابھی تک میرے بارے میں ٹھیک سے نہیں جان سکے ہو۔۔۔ ڈسٹر اسے کچھ نہیں بتا سکے گا۔۔"

"اوہ۔ کیسے جناب۔۔"

اس لئے کہ اس کا ذہن ابھی میرے قبضہ میں ہے اس کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بیٹھی ہے کہ اگر بات بگڑ جائے تو اسے کیا کرنا چاہیئے۔

"اوہ۔۔"

"ہاں۔۔ اگر ناصر نے اس سے میرے بارے میں کچھ پوچھنے کی کوشش کی تو وہ ایک زہریلی گولی کھا کر خودکشی کر لے گا ہر قیمت پر۔۔۔!"

"ہوں۔" مارگن کی حیرت زدہ آواز سنائی دی اور پھر وہ ایک طویل سانس لیکر بولا۔

بیشک جناب۔ ہم لوگ آپ کی صلاحیتوں تک کہاں پہنچ سکتے ہیں۔

"اس سلسلہ کا کیا ہوا۔"

"اسکیم تیار ہے جناب۔ مجھے یقین ہے کہ ناصر اس طرف ضرور آئے گا۔ آپ اگر مناسب سمجھیں تو آجائیں۔"

"ہاں۔ ۔ ۔ اگر تم فون نہ کرتے تو میں یہاں سے چل پڑتا۔ بہر حال مجھے خود بھی کام ہے۔"

"میں انتظار کر رہا ہوں۔ ۔"

"او کے۔ میں پہنچ رہا ہوں۔ ۔ ۔ آسٹر کی طرف سے بے فکر رہو۔ ۔ ۔ میری جیت بھی اسی میں ہے کہ میں ہر حالت میں محتاط رہوں۔" فیڈرو نے کہا اور فون بند کر دیا۔ پھر وہ اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا۔ ۔ ۔ وہاں پہنچ کر اس نے لباس تبدیل کیا اور چل پڑا۔ اس کی کار تیزی سے بندرگاہ کی طرف جا رہی تھی۔ آرگن اور جبیل کو اس نے خاص طور پر بلوایا تھا یہ دونوں اس کے ملک میں اس کے مشیر خاص تھے اور اکثر موقعوں پر انھوں نے فیڈرو کے ساتھ اہم ترین کام انجام دیئے تھے۔ چنانچہ جب یہاں بھی فیڈرو نے اپنے تمام جمالے کو توڑتے ہوئے آپ کو ان جھگڑوں سے آزاد کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اب وہ ٹھوس کام کرنا چاہتا تھا۔ فی الوقت اسے سائنسی کام کر کے ان لوگوں کو ہنگاموں میں پھنسانا تھا۔ اور اپنا کام بھی کرنا تھا لیکن اب اسے دوسروں کی بھی ضرورت محسوس ہونے لگی تھی۔

یہاں پروفیسر کا تیار کیا ہوا غبارہ جو گر موجود تھا جو اب پوری طرح فیڈرو

کے لئے کام کر رہا تھا۔ وہ بے انتہا ذہین اور چالاک تھا اس کے ساتھ تیس آدمی اور تھے۔ لیکن اس کے علاوہ فیڈرو نے آرگن اور بنیل کو بھی بلا لیا تھا۔ اس نے بنیل کے سپرد عمران کو کر دیا۔ اور آرگن کو ناصر پر مامور کر دیا۔ اس نے کہا تھا کہ ان دونوں کو قتل نہ کیا جائے۔ ۔ ۔ ۔ لیکن ان پر تاتلانہ۔۔ حملے ضرور جاری رہیں۔ ۔ ۔ ۔ مقصد یہ تھا کہ وہ لوگ مطمئن ہو کر صرف۔۔ فیڈرو کے پیچھے نہ رہیں۔

بنیل پوری صلاحیتوں کے ساتھ عمران کے پیچھے لگ گیا تھا اور آرگن ناصر کی فکر میں تھا۔ ان دونوں کو آدمی بھی دیئے گئے تھے لیکن ان لوگوں کا انچارج جوگر ہی تھا۔

فیڈرو کو معلوم تھا کہ آرگن بندرگاہ میں لنگر انداز ایک غیر ملکی جہاز پر مقیم ہے۔ اس جہاز کا کپتان آرگن کا گہرا دوست تھا چونکہ اس جہاز کو ابھی کافی دن یہاں لنگر انداز رہنا تھا اس لئے آرگن اس جہاز پر رہ کر اپنا کام کر رہا تھا۔ اور اب جو پروگرام بنایا گیا تھا اس میں فیڈرو نے دو وحشی نوجوان جہاز پر بھیج دیئے تھے۔ کیونکہ ان سے کام لینا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس کی گاڑی بندرگاہ میں داخل ہو گئی اور پھر ایک جگہ اس نے کار پارک کر دی۔ ۔ ۔ ۔ یہاں دوسری گاڑیاں بھی کھڑی ہوئی تھیں۔ فیڈرو نے انجن لاک کیا اور چابی اگنیشن میں سے نکال کر بندرگاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ۔ ۔ ۔ چند منٹ بعد وہ اس علاقے کی طرف چلنے لگا جہاں پرائیویٹ لانچیں لنگر انداز رہتی تھیں۔ پلیٹ فارم کے نیچے ایک جگہ ایک لانچ کھڑی تھی۔ جس پر سی کنگ لکھا ہوا تھا۔

فیڈرو نے پلیٹ فارم سے اتر کر ایک لانچ اور اس سے دوسری اور پھر

تیسری پر سوار ہوا۔ اور پھر سی کنگ پر پہنچ گیا۔ ۔ ۔ لانچ کے کیبن میں دو آدمی موجود تھے۔ انھوں نے تعجب سے فیڈرو کو دیکھا۔

" مجھے "سی کنگ" پر لے چلو۔ "۔۔۔ فیڈرو نے کہا۔

" اوہ۔ جناب ۔ ۔ ۔ کیا آپ مسٹر فیڈرو ہیں " ایک شخص نے پوچھا۔

ہاں۔ کیا تمھیں اس سلسلہ میں ہدایت ملی ہے۔

جی ہاں۔ تشریف رکھیے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ اور دوسرا۔ اسٹیرنگ کے قریب پہنچ گیا۔ فیڈرو اس کے قریب ہی کھڑا ہو گیا اور لانچ چل پڑی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ گودی سے کافی دور سمندر میں لنگر انداز جہاز سی کنگ کے قریب پہنچ گئے۔ لوہے کی سیڑھی نیچے لٹکا دی گئی اور فیڈرو اوپر پہنچ گیا۔ اوپر کپتان اور آرگن اس کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ آرگن نے کپتان سے فیڈرو کا تعارف کرایا۔ اور پھر وہ جہاز کے ایک خاص کمرے کی طرف چل پڑے یہ جہاز عقبی حصہ کا تھا۔ جس سے دوسری طرف کھلا سمندر صاف نظر آرہا تھا یہاں ایک جگہ تین پایوں کے اسٹینڈ پر ایک بہت بڑی دوربین فٹ تھی اور ایک آدمی اس دوربین پر جھکا کچھ دیکھ رہا تھا۔

ان لوگوں کے قریب پہنچنے پر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔

" کیا پوزیشن ہے "۔ آرگن نے پوچھا۔

ابھی تک کوئی خاص بات نہیں ہے جناب " اس شخص نے جواب دیا اس بار فیڈرو خود بھی دوربین پر جھک گیا۔ اور پھر سمندر کا جائزہ لینے لگا۔

دفعتاً اس نے ایک دوربین ایڈجسٹ کرتے ہوئے کہا۔

" وہ دیکھو۔ میرا خیال ہے وہی ہے "۔ اس نے آرگن کو اشارہ کیا

اور آرگن جلدی سے دوربین پر جھک گیا۔

"ٹھیک ہے جناب۔ آپ کا اندازہ درست ہے" آرگن نے کہا۔
اور پھر جلدی سے اشارہ کر کے ایک آدمی کو بلایا۔ روانہ کردو۔۔ جلدی ہری اپ۔۔" اور وہ آدمی بڑی تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد ایک اسٹیمر اس طرف جا رہا تھا جدھر ناصر کی لانچ نظر آئی تھی۔ آرگن پھر دوربین سے ہٹ گیا۔ اور کپتان اپنی دوربین سے اس طرف دیکھنے لگا۔ جہاز کے پاس سے جانے والا اسٹیمر جس پر دو آدمی سوار تھے تیزی سے اس طرف جانے لگا۔ جدھر دوسرا اسٹیمر نظر آ رہا تھا۔

اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اس کے قریب دوڑنے لگا اس کا رخ بھی اسی سمت میں تھا جس سمت میں دوسرا اسٹیمر جا رہا تھا۔ یہاں سے فیڈرو نے ٹیلی پیتھی کے ذریعہ اسٹیمر میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے ذہنی رابطہ قائم کیا۔ اور انھیں ذہنی طور پر گائیڈ کرنے لگا۔ پھر جب دونوں اسٹیمر کھلے سمندر میں پہنچ گئے تو اچانک جہاز سے گئے ہوئے اسٹیمر کا رخ ناصر کے اسٹیمر کی طرف ہو گیا۔

اور پھر وہ خوفناک جارحیت شروع ہو گئی۔ کپتان کا منہ دلچسپی اور اشتیاق سے پھیلا ہوا تھا آرگن بھی دلچسپی سے یہ کشمکش دیکھ رہا تھا۔ لیکن فیڈرو کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اس کی آنکھیں بھی خوفناک ہو گئی تھیں۔ اور اب وہ دوربین سے ہٹ کر اپنی آنکھوں سے اس خطرناک ہنگامے کو دیکھ رہا تھا۔

"ویری نائیس۔ دفعتاً کپتان کے منہ سے نکلا۔ بہترین صلاحیتوں کا مالک ہے وہ شخص" اس نے کہا لیکن کسی نے اس کے جملے پر تبصرہ نہیں

فیڈرو کے چہرے پر اب پریشانی نظر آنے لگی۔ اور پھر وہ بری طرح جھنجھلایا ہوا نظر آنے لگا۔

میرا خیال ہے وہ کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ وہ مایوسی سے بولا۔ آرگن بھی تشویشناک نظروں سے اس مقابلے کو دیکھنے لگا۔

"وہ گولیاں چلا رہا ہے" آرگن بولا۔

ان کے جسموں پر بلٹ پروف ہیں۔ ہاں اگر اس نے ------!

پھر فیڈرو کا جملہ پورا بھی نہیں ہونے پایا تھا کہ ایک ہلکا دھماکا سنائی دیا۔ اور پانی نے اچھل کر اسٹیمر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اور پھر دوسرے دھماکے کے ساتھ آگ بھی نظر آنے لگی۔۔۔۔ پھر وہ اسٹیمر ڈوبنے لگا جس پر فیڈرو کے آدمی سوار تھے۔ فیڈرو ہونٹ کاٹ رہا تھا آخرکار وہ آرگن کی طرف رخ کر کے بولا۔۔۔۔ "وہ نکل گیا آرگن ---- یہ کمبخت کامیاب نہیں ہو سکے۔ یقیناً اس نے ان کے سر کا نشانہ لیا تھا۔ وہ بہت چالاک ہے۔"

"مجھے افسوس ہے جناب" آرگن لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہشت۔ افسوس کیا ہوتا۔۔ ظاہر ہے میں اسے قتل نہیں کرنا چاہتا تھا اسٹیمر ٹکرانے کے بجائے وہ اس پر گولیوں کی بارش بھی کر سکتے تھے اس طرح وہ بچ نہیں سکتا تھا۔ لیکن میں سمندر میں اس کی بے بسی دیکھنا چاہتا تھا بہرحال یہ تو معلوم ہی ہو گیا کہ وہ بیچ جاسوس ذہن کا مالک ہے۔" فیڈرو کہنے لگا۔ دوسرے لوگ خاموش ہی رہے۔



"کیا بات ہے؟" عمران نے دروازہ کھول کر جوزف سے کہا۔

"کچھ لوگ کوٹھی میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے ہیں باس۔"

جوزف نے جواب دیا۔

"پھر"

"میں نے انھیں روک دیا ہے۔"

"تیرے روکنے سے وہ رک گئے؟"

"ہاں باس۔ انھوں نے خود کو اسپیشل پولیس کا آدمی بتایا ہے۔ کہتے ہیں ایک عورت اغوا کر کے یہاں لائی گئی ہے"

"تم یہاں رکو۔" عمران نے لڑکی سے کہا۔ اور دروازہ بند کر کے باہر نکل آیا۔ چند منٹ کے بعد وہ جوزف کے ساتھ گیٹ پر پہنچ گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔

"ارے وہ کہاں گئے"۔ ۔۔

ابھی تو یہاں موجود تھے۔ جوزف نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ اور عمران نے اندر کی طرف چھلانگ لگا دی۔ وہ بے تحاشا اندر کی طرف دوڑا تھا جوزف نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اسے دیکھا اور پھر خود بھی اس کے پیچھے دوڑنے لگا۔

عمران نے پستول ہاتھ میں نکال لیا تھا۔ دفعتاً رانا پیلس کے اندرونی حصہ سے فائرنگ سنائی دی اور کئی گولیاں عمران اور جوزف کے قریب سے نکل گئیں۔ ۔ ۔ ۔ عمران ایکدم زمین پر گر پڑا

گولیاں پھر چلیں۔ اس بار ان کی سمت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ ۔ عمران نے خود بھی دو تین فائر جھونک دیئے۔

"جوزف! پشت کی سمت پر۔ ۔۔" عمران نے افریقی زبان میں کہا۔ اور جوزف کسی تیز رفتار سانپ کی طرح پیچھے کی سمت کی طرف رینگنے لگا۔ عمران کے سامنے سے گولیاں برابر چل رہی تھیں۔

دفعتاً جوزف نے دو تین سائے رانا پیلس کے عقبی سمت میں نکلتے دیکھے انھوں نے کسی کو پکڑ رکھا تھا اور جسے جکڑ رکھا تھا وہ بہت زیادہ جدوجہد کر رہا تھا۔ لیکن چونکہ وہ تعداد میں کئی تھے اس لئے اس کی جدوجہد۔ ۔ ۔ ۔ کامیاب نہیں ہو رہی تھی۔ وہ لوگ رانا پیلس کے اس حصہ کی طرف جا رہے تھے جدھر سے باہر نکلنے میں کافی آسانی ہو سکتی تھی۔

جوزف کا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا۔ اگر وہ پستول سے فائرنگ کرتا ہے تو اس سے اس کے بھی زخمی ہو جانے کا اندیشہ ہے جسے وہ پکڑنے کے لئے جا رہے تھے۔ اور جسے وہ پکڑنے لئے جا رہے ہیں وہ اس لڑکی کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔

اوہ ماسٹر جوزف! تم کو کھلم کھلا بیوقوف بنایا گیا ہے۔ خود کو اسپیشل پولیس کا آدمی بتا کر ان کا مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح اندر داخل ہو جائے۔ اور جب تم نے ان کی دال نہیں گلنے دی تو انھوں نے تمہیں دوسرا چکر دیا۔ ۔۔۔ یعنی باس سے اجازت کا۔ ۔۔ اور تم باس سے اجازت لینے گئے اور وہ اندر داخل ہو گئے۔ پھر انھوں نے اطمینان سے چھپ کر تمہیں باس کے ساتھ آتے دیکھا۔ اور لڑکی کو لے اڑے۔۔۔۔ اگر یہ لوگ لڑکی کو لیجانے میں کامیاب ہو گئے تو مسٹر جوزف تمہارے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہو جائے گا۔۔ باس زندگی بھر طعنہ دے گا۔ اور جینا حرام کر دے گا۔ چنانچہ اب خود ہی بھگتو۔۔۔ ان کمینوں پر گولی چلانا بیکار ہے۔۔۔۔۔ ان کے باہر نکلنے سے قبل ان پر چھاپہ مارنا ہے۔

لاڈلے۔ نہ میری گڑیا۔۔۔ یہ ٹھیک ہے۔۔۔۔ آج ذرا باکسنگ کا مظاہرہ بھی ہو جائے گا۔

جوزف نے سوچا اور کسی خونخوار چیتے کی طرح کراٹا کی باڑ کے سہارے آگے بڑھنے لگا۔۔۔۔ وہ افریقہ کا چالاک چیتا تھا اور ایسے موقعوں پر جب اس کی صلاحیتیں عود کر آتی تھیں وہ عجیب و غریب ثابت ہوتا تھا۔

چنانچہ وہ ان لوگوں سے پہلے ہی اس دیوار کے قریب پہنچ گیا جس

ان کے دور چلے جانے کے بعد بڑے میاں اپنی جگہ سے نکلے اور اسی کمرے میں پھر داخل ہوئے۔۔۔ ذرا سی کوشش سے دیوار گھوم گئی۔ وہ کسی آسان میکنیزم سے گھومتی تھی۔ اور بڑے میاں اندر داخل ہو گئے۔ لیکن اندر قدم رکھتے ہی انہیں لپک کر ایک آڑ میں ہو جانا پڑا۔ یہ بہت طویل اور عریض کمرہ تھا۔ جس میں درجنوں مشینیں دور تک لگی ہوئی تھیں اور ان پر درجنوں آدمی کام کر رہے تھے چاروں طرف سائنسی تجربات ہو رہے تھے۔ ایپرن پہنے ہوئے کام کرنے والوں کی تعداد ۲۵-۳۰ سے کم نہیں تھی۔ اور وہ سب مقامی آدمی تھے۔

بڑے میاں منہ پھاڑے یہ سب چکر دیکھتے رہے۔ پھر انھوں نے جیب سے کیمرہ نکالا۔ اور اپنا کام شروع کر دیا۔ جس جگہ وہ کھڑے تھے وہ بڑی مخدوش تھی۔ اور کسی بھی وقت انھیں دیکھا جا سکتا تھا۔ لیکن وہ اپنی دھن میں مست تھے۔ وہاں کی پوری فلم اتار لینے کے بعد وہ اپنی جگہ سے کھسکے اور بآہستگی باہر نکل آئے۔ اب اس سے زیادہ کیا ثبوت فراہم کئے جا سکتے تھے۔ ان کا پورا کارخانہ ان کی جیب میں پہنچ گیا۔

اب معاملہ یہاں سے نکلنے کا تھا۔ وہ کمروں سے نکل آئے اور پھر وہ اس طرف چل پڑے جہاں کار اور ٹرک پارک کئے گئے تھے۔ یہاں بھی قسمت نے ساتھ دیا۔ جو گراس کار میں بیٹھ رہا تھا جس میں فیٹر وغیرہ آئے تھے۔ وہ شاید کہیں جا رہا تھا۔

بڑے میاں نے ایک لمحہ کے لئے سوچا اور پھر وہ کار کی طرف چلے۔ انھوں نے ڈکی کو آزمایا۔ اور وہ کھل گیا۔ اسی وقت کار اسٹارٹ ہو گئی اور بڑے میاں گرتے گرتے بچے مگر وہ بے وزنی کے عالم میں تھے۔ اس لئے انھیں زیادہ دقت نہیں ہوئی اور وہ ڈکی میں بیٹھ گئے۔ کار عمارت سے باہر نکل آئی

جوزف کا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا۔ اگر وہ پستول سے فائر نگ کرتا ہے تو اس سے اس کے بھی زخمی ہو جانے کا اندیشہ ہے جسے وہ پکڑے لیے جا رہے تھے۔ اور جسے وہ پکڑے لیے جا رہے ہیں وہ اس لڑکی کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔

اوہ ماسٹر جوزف! تم کو کھلم کھلا بیوقوف بنایا گیا ہے۔ خود کو اسپیشل پولیس کا آدمی بتا کر ان کا مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح اندر داخل ہو جائے۔ اور جب تم نے ان کی دال نہیں گلنے دی تو انھوں نے تمہیں دوسرا چکر دیا ۔۔۔ یعنی باس سے اجازت کا ۔۔۔ اور تم باس سے اجازت لینے گئے اور وہ اندر داخل ہو گئے۔ پھر انھوں نے اطمینان سے چھپ کر تمہیں باس کے ساتھ آتے دیکھا۔ اور لڑکی کو لے اڑے ۔۔۔ اگر یہ لوگ لڑکی کو لیجانے میں کامیاب ہو گئے تو مسٹر جوزف تمہارے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہو جائے گا۔ باس زندگی بھر طعنہ دے گا۔ اور جینا حرام کر دے گا۔ چنانچہ اب خود ہی بھگتو ۔۔۔ ان کمینوں پر گولی چلانا بیکار ہے ۔۔۔۔۔ ان کے باہر نکلنے سے قبل ان پر چھاپہ مارنا ہے۔

اگر یہ دلیری کی گئی ۔۔۔ یہ ٹھیک ہے ۔۔۔ آج ذرا باکسنگ کا مظاہرہ بھی ہو جائے گا۔

جوزف نے سوچا اور کسی خونخوار چیتے کی طرح کراٹا کی باڑ کے سہارے آگے بڑھنے لگا ۔۔۔ وہ افریقہ کا چالاک چیتا تھا اور ایسے موقعوں پر جب اس کی صلاحیتیں عود کر آتی تھیں وہ عجیب و غریب ثابت ہوتا تھا۔

چنانچہ وہ ان لوگوں سے پہلے ہی اس دیوار کے قریب پہنچ گیا جس

اور جیسے ہی وہ ۔۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ باہر جانیوالے تھے سے دیوار کے قریب پہنچے جوزف اڑتا ہوا ان پر گرا۔

وہ سب عجیب وغریب آوازوں کے ساتھ منتشر ہوگئے اور لڑکی ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئی ۔

جوزف نے ایک کا گریبان پکڑلیا۔ اور پھر اس کے ایک گھونسے سے وہ شخص تقریباً چھ فٹ دور جا گرا۔ ۔۔ دوسرے دو جوزف سے بری طرح چمٹ گئے ۔

"ہو ۔ ہو ۔ ہو ۔ ۔ ۔ لو ماسٹر تم بھی کیا یاد کرو گے ۔ "

جوزف کے منہ سے نکلا ۔ اور اس نے ان دونوں کی خاطر مدارات شروع کردی ۔ پھر تیسرا بھی ان میں شریک ہو گیا ۔ لیکن جوزف بجلی بنا ہوا تھا وہ ان تینوں میں سے ایک کو بھی اس کا موقع نہیں دے رہا تھا کہ وہ پستول نکال سکتے ۔ ۔ ۔ اس کے ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے چل رہے تھے ۔

پھر سب زمین چاٹنے لگے ۔

دوسری طرف فائرنگ بند ہو گئی تھی ۔ پھر ایک سیٹی سنائی دی ۔ اور اچانک جوزف سے لڑنے والے سارے بچی چھوڑ کر بھاگے ۔ اور دیوار سے دوسری طرف کود گئے ۔

" بھاگ گئے " جوزف نے قلقاری ماری اور پھر چاروں طرف دیکھنے لگا ۔

" تم کہاں ہو مستی ۔ ۔ ۔ ابے ۔ تم کہاں ہو ۔ " جواب دو ورنہ باس میری کھال ادھیڑ دے گا ۔ "

" جوزف ! "

دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی ۔

"میں یہاں ہوں باس" جوزف نے آواز دی اور عمران دوڑتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا وہ اسے لے گئے"۔۔

"ان کی ایسی تیسی باس۔ مگر مسی ۔۔۔۔۔" جوزف چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"میں یہاں ہوں۔" اچانک ایک طرف سے فریدہ کی آواز سنائی دی۔ اور عمران اس طرف بڑھ گیا۔

"تم ٹھیک ہو نا۔۔"

"ہاں۔۔" فریدہ نے جواب دیا اور عمران اسے سہارا دے کر عمارت کی طرف لے جانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ سب عمارت میں داخل ہو گئے۔

"دراصل ۔۔۔ عمران بولا۔ ۔ ۔ ۔ مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ وہ یہاں تک پہنچ جائیں گے۔ ورنہ میں اس کا انتظام بھی کر لیتا۔" عمران نے افسوس سے کہا۔

"غلطی میری بھی ہے باس۔ مگر میری غلطی بھی نہیں ہے۔"
جوزف نے کہا اور عمران اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"میرا نشہ اکھڑ گیا ہے باس۔ ورنہ میں ان لوگوں کو گیٹ پر چھپ کر تم سے پوچھنے کیوں آتا۔" جوزف کہنے لگا۔

"جا دفعان ہو جا ۔۔۔۔۔ خیال رکھنا ۔۔۔ ممکن ہے وہ دوسری کوشش کریں۔" عمران نے کہا۔ اور جوزف سر ہلاتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔

"خطرناک آدمی ہے اس نے ان بینوں کو بری طرح مارا ہے۔" ہیرا دعوی ہے کہ اگر اسے دو چار منٹ اور مل جاتے تو وہ اپنے قدموں سے واپس نہیں جا سکتے تھے۔" فریدہ کہنے لگی۔

"آؤ۔" عمران نے کہا۔ اور وہ اس کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

ایک کمرے میں پہنچ کر عمران نے دروازہ بند کر دیا۔ اور پھر ایک دیوار کے قریب پہنچ کر عمران نے ایک بٹن دبا دیا۔ دیوار ایک طرف سرک گئی۔ اس میں اتنا خلا پیدا ہو گیا کہ دو آدمی باآسانی اندر جا سکتے تھے۔ عمران نے لڑکی کو اشارہ کیا اور دونوں خلا میں اندر داخل ہو گئے۔ خلا میں نیچے کی طرف سیڑھیاں تھیں۔ پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی اندر روشنی ہو گئی۔ شاید کسی میکینزم کے ذریعے ایسا ہوتا تھا۔

چند منٹ بعد وہ ایک خوبصورت تہہ خانے میں پہنچ گئے۔ عمران نے اندر داخل ہو کر روشنی کر دی۔ اور پھر دیوار پر لگے ہوئے ایک بٹن کو دبایا اور فوراً ہی ایئر کنڈیشنڈ چالو ہو گیا۔ ورنہ وہاں کافی حبس تھا

کمرے میں اعلیٰ درجے کا فرنیچر موجود تھا۔ فریدہ چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

"ابھی تک تہہ خانوں کے بارے میں ابھی تک سنتی ہی رہی ہوں۔ لیکن آج پہلی بار کسی تہہ خانے کو دیکھ رہی ہوں۔" وہ کہنے لگی۔

"بیٹھو۔" عمران نے کہا۔

"اب اگر یہاں ایک پوری فوج بھی آ جائے تو اس تہہ خانے کو تلاش نہیں کر سکتے ہیں۔"

"اوہ۔ مگر۔۔۔ یہ سب کچھ کیا ہے۔ میں تمہارے بارے میں

صرف اتنا جانتی ہوں عمران کہ تم محکمہ سراغرسانی کے ڈائریکٹر جنرل کے لڑکے ہو۔ خود کو بے وقوف پوز کرتے ہو۔ حالانکہ خطرناک ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ تم اس قدر شاندار وسائل رکھتے ہو۔

"میرے بارے میں زیادہ مت سوچو۔ ۔ اور مجھے صرف تفصیل بتاؤ، تاکہ آگے کام کیا جا سکے۔"

"پہلے یہ بتاؤ کہ تم اس طرف متوجہ کیسے ہوئے؟" ثریدہ نے پوچھا۔

"رضوی کی موت سے"

عمران نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

"بے چارہ رضوی۔ ۔ وہ ایک بہت ذہین آدمی تھا۔"

فریدہ افسوس زدہ لہجہ میں بولی۔

"میں تفصیل سننا پسند کروں گا۔"

عمران نے پھر کہا۔

"ہاں۔ میں تمہیں تفصیل سے بتاؤں گی۔"

یہ حسد کی کہانی ہے عمران۔ ایک انسان کی دوسرے انسان سے نفرت ایک ملک گیر خطرہ بن گئی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ایک ایسا ملک گیر خطرہ جس کا تم شاید تصور بھی نہ کر سکو۔

"میرے ڈیڈی! جیسا کہ تمہیں معلوم ہے ایک سائنس دان ہیں۔ قدرت انسان کو سب کچھ دے۔ ۔ لیکن غرور نہ دے۔ غرور اسے انسانیت کی چوٹی سے جھٹک دیتا ہے۔

میرے ڈیڈی بس انسانیت کی حدوں سے بھٹک گئے۔ وہ ایک ذہین سائنس دان ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ ان اطراف میں ان سے زیادہ ذہین کوئی آدمی

پرودہ نہیں ہے۔ شاید اسی خیال نے انھیں سائنسی امور میں حکومت سے تعاون کرنے سے روکا۔ ۔ ۔ وہ اس حکومت کو اپنے قابل نہیں سمجھتے تھے پھر حکومت کا رویہ بھی ان کے ساتھ سخت ہو گیا۔ مثلاً یہ کہ ان کی لیبارٹری کی چیکنگ ہوتی رہتی تھی۔ حالانکہ انھوں نے کبھی کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا تھا۔ پھر ناصر کا نام سامنے آیا ان کے خیال میں ناصر بہر حال ایک بچہ تھا اس کی جتنی عمر تھی اتنا ڈیڈی کا تجربہ تھا۔ وہ دل میں اس سے حسد رکھنے لگے۔ پھر ناصر کے کارنامے ڈیڈی کے سامنے آئے اور حکومت کی یہ مدح سرائی انھیں ذرا بھی پسند نہ آئی انھیں ناصر سے نفرت ہو گئی۔ اور انھیں جب معلوم ہوا کہ ناصر نے ایک جزیرہ خرید لیا ہے اور حکومت کے تعاون سے وہاں ایک عظیم الشان لیبارٹری بنا رہا ہے تو وہ اس بات کو قطعی برداشت نہ کر سکے۔ اور ناصر کو زک پہنچانے کی ترکیبیں سوچنے لگے۔

سوچتے سوچتے ان کے ذہن میں ایک اور شخص کا خیال آیا۔ ان کا سائنٹسٹ دوست پاؤل فیبڑرو تھا۔ ڈیڈی کی نجانے اس سے ملاقات کہاں ہوئی تھی۔ بہر حال انھوں نے مجھے بتایا تھا کہ وہ آج کل بلجیم میں ہے۔ دراصل وہ سائنسداں ہونے کے ساتھ مجرمانہ ذہنیت کا مالک بھی تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں وہ ڈیڈی کی مکمل طور سے مدد کر سکتا تھا چنانچہ ڈیڈی نے اسے خط لکھ کر یہاں بلا لیا۔

فیبڑرو نے ڈیڈی سے تفصیلات سنیں اور پھر ہم ناصر کا جزیرہ دیکھنے گئے۔ فیبڑرو نے ناصر کا جزیرہ دیکھا اور اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ وہاں ہمارے سامنے اس کی ایک خوفناک قوت کا انکشاف ہوا اس کی آنکھوں میں ایک ہیپناٹک قوت ہے جس سے وہ کسی کو صرف دیکھ کر مسحور کر سکتا ہے۔

نہ ہاں ، اس نے اس کا مظاہرہ کیا تھا۔

بہرحال ڈیڈی کو اس کی خواہش تھی کہ ناصر کو ہر معاملہ میں نیچا دکھایا جائے اور اسے یہاں تک مجبور کر دیا جائے کہ وہ جزیرے پر کچھ نہ کر سکے۔ لیکن فیڈرو کچھ اور ہی سوچنے لگا تھا

اس کا خیال تھا کہ ناصر کو قتل کر کے اس کے جزیرے کو اپنے قبضہ میں کر لے اور یہاں کام کرے۔

اور اس کام کا مقصد عمران !۔۔۔ یہ تھا کہ وہ اس ملک پر حکومت کرے۔ وہ ناصر کے جزیرے پر اپنا تسلط کر کے یہاں کے حکام کو اپنا مطیع کرنا چاہتا تھا تاکہ اپنی لینڈ کی حکومت قائم کر سکے۔ اس طرح اصل حکومت تو اس کی ہوگی۔ اور جب حکام سامنے ہوں گے وہ صرف اس کے مہرے ہوں گے۔" فریدہ نے بتایا۔

عمران منہ پھاڑے اس کی کہانی سن رہا تھا۔

بہرحال فیڈرو نے ڈیڈی سے کہا کہ وہ ان کی لیبارٹری استعمال کرے گا تاکہ ناصر کے خلاف کام کیا جا سکے۔ اور ڈیڈی نے اسے اجازت دے دی۔۔۔۔

۔۔۔ ڈیڈی حکومت سے نالاں ضرور تھے لیکن انھوں نے کبھی کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا تھا۔ چنانچہ جب فیڈرو نے چند نوجوانوں کو اغوا کر کے ان پر تجربات کئے تو ڈیڈی کو احساس ہوا کہ وہ کیا کر بیٹھے ہیں۔

لیکن اب وقت ہاتھ سے نکل گیا تھا۔۔۔ فیڈرو پوری طرح لیبارٹری پر تسلط جما چکا تھا۔ اور ہماری حیثیت اس کے اسسٹنٹس کی سی ہو گئی تھی۔۔۔۔۔۔ میں نے اس بات پر ڈیڈی سے احتجاج کیا۔ ڈیڈی خود بھی شرمندہ تھے۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ میں



فیڈرو کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ وہ اس وقت پرو فیسر کی لیبارٹری میں تھا اس کے قریب ہی بنیل اور آرگن کھڑے ہوئے تھے۔ سانتے ہی جو گر ایک طرف کھڑا تھا۔ سب کے چہرے لٹکے ہوئے تھے۔

"کام کا یہ انداز مجھے پسند نہیں ہے۔۔۔۔۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ لوگ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ لیکن میں مدِ مقابل کو معمولی سی فتح بھی حاصل ہونے نہیں دینا چاہتا۔ اور پھر۔۔۔۔۔ اگر کسی طرح بھی وہ لڑکی سے کچھ معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔۔ تو یہ ٹھیک نہیں ہو گا۔"

فیڈرو سخت لہجہ میں بولا۔

سب خاموش کھڑے رہے۔

"مسٹر بنیل۔" فیڈرو اپنے ساتھی سے مخاطب ہو کر بولا۔

"یس سر۔"

"یہ سب کیا ہے۔ میں آج کئی شکستوں سے دو چار ہو چکا ہوں۔"

فیڈرو نے کہا۔

"اپنی ناکامی پر مجھے شدید رنج ہے جناب۔ دراصل ہم نے اس کی
صلاحیت کا غلط اندازہ لگایا تھا۔" بنبل نے کہا۔

"کیوں۔"

فیڈرو نے کہا۔

"وہ!۔۔۔ بس جناب۔۔۔ وہ۔۔۔"

بنبل نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ اس سے کوئی جواب نہیں
بن پڑ رہا تھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ صرف ۲۴ گھنٹے کے اندر لڑکی کو برآمد کر لیا جائے۔
اس ہدایت پر سختی سے عمل کیا جائے۔"

فیڈرو نے بنبل کی طرف رخ کر کے کہا۔

بہتر ہے جناب۔ میں انتہائی کوشش کروں گا۔

بنبل نے گردن جھکا کر کہا۔

جا سکتے ہو۔ فیڈرو نے حکم دیا اور باہر نکل گیا۔ پھر فیڈرو جوگر
اور آرگن کی طرف رخ کر کے بولا۔

"ہمیں آج ہی یہ کوٹھی چھوڑ دینی ہے اور اب اس طرف کا رخ بھی
خطرے سے خالی نہیں ہوگا۔۔ چنانچہ ضروری سامان اسی وقت منتقل کرنا
شروع کر دو۔ اب ہم اپنا کام وہیں رہ کر مکمل کریں گے۔"

"یس سر۔"

جوگر اور آرگن نے کہا۔ اور پھر وہ سب وہاں سے نکل گئے اور اپنے
اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔۔

فیڈرو بھی اس جگہ سے نکل آیا۔ اور اب وہ رہائشی عمارت کی طرف جا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے

تھوڑی دیر کے بعد اس نے پروفیسر کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ چند منٹ بعد دروازہ اندر سے کھل گیا۔ اور پروفیسر نے اسے دیکھ کر راستہ چھوڑ دیا اور وہ اندر داخل ہو گیا۔ اس کی نظریں پروفیسر کے چہرے پر لگی ہوئی تھیں۔ ایک جھرجھری لیکر پروفیسر اسے دیکھنے لگا۔ اس کا ذہن اس وقت آزاد تھا۔

"کیا بات ہے۔ اس وقت تم یہاں کیوں آئے ہو۔ اور -- مجھے کیوں جگایا ہے۔"

پروفیسر نے ایک دفعہ میں دو سوال کر ڈالے۔

"بات بگڑ گئی ہے پروفیسر۔ میرا کھیل جب تک میں اکیلا کھیل رہا تھا۔ ٹھیک چل رہا تھا۔ لیکن اب میرے آدمیوں سے غلطی ہو گئی ہے۔" فیڈرو کہنے لگا۔

اوہ۔ تو اب کیا ہوگا۔ پروفیسر نے غور سے اس کی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔

میں نے خریدہ کو عمران کے پاس بھیجا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ عمران کو پھانس کر اسے بیوقوف بنا لے گی۔ ٹیپ ٹاپ نائٹ کلب میں وہ عمران سے ملی میرے آدمی اس کی نگرانی کر رہے تھے۔ لیکن عمران اسے لے اڑا اور اب وہ کسی نامعلوم جگہ پر ہے۔ ٹپ ٹاپ سے وہ اسے جس عمارت میں لے گیا تھا وہ میرے آدمیوں نے ریڈ کیا تھا۔ لیکن ناکام رہے تھے۔ پھر انھوں نے مجھ سے مدد مانگی۔ لیکن اس سے قبل کہ ہمارے مزید آدمی وہاں پہنچیں وہ ایک عجیب ساخت کی کار میں بیٹھ کر وہاں سے چل پڑا۔

ہمارے آدمیوں نے اس کا تعاقب کیا لیکن کار راکٹ کی طرح دوڑتی ہوئی نظروں سے غائب ہو گئی۔

ان کا کہنا ہے کہ انھوں نے اتنی تیز رفتار کار کبھی نہیں دیکھی۔

"اوہ!" پروفیسر کے چہرے پر نجانے کیوں سکون سا پھیل گیا۔

"تم تو خوش ہو گئے پروفیسر۔" "تمھاری تو دلی خواہش یہی تھی۔"

"تمھیں خطرہ کیوں ہے۔" "کیا وہ تمھارے ٹرانس سے آزاد ہو سکتی ہے۔"

پروفیسر نے اس کی بات کا جواب دیئے بغیر پوچھا۔

"ناممکن ہے۔ بہر صورت ان خطرناک حالات کے تحت اب اپنا بچاؤ کرنا ضروری ہو گیا ہے چنانچہ اب ہم یہ کوٹھی چھوڑ رہے ہیں۔"

فیبڑو نے کہا۔

"مم۔ میں۔۔بھی"

پروفیسر ہکلایا۔

"ہاں۔ تم تو میری ڈھال ہو پروفیسر۔ ۔ ۔ ۔ اور پھر میزبان بھی ہو۔ تمھارے بغیر میں کہاں جا سکوں گا۔ تم میرے ساتھ چلو گے اور اس وقت میرے ساتھ رہو گے جب تک میں حالات پر قابو پا لوں۔"

"مم۔۔ مگر۔۔" پروفیسر نے پروفیسر نے کچھ کہنا چاہا۔

"کچھ نہیں۔ تم میرے ساتھ چلو گے۔"

فیبڑو نے کہا۔ ۔ ۔ اور پروفیسر کی آنکھوں کی طرف دیکھنے لگا۔ اور پروفیسر فوراً ہی ہنیپا ٹائز ہو گیا۔



پروفیسر ڈارک خاموشی سے ہنڈرونگ کالج میں داخل ہوئے۔ ناصر اس وقت موجود نہیں تھا۔ انھوں نے سیدھا لیبارٹری کا رخ کیا۔ پھر لیبارٹری سے وہ پون گھنٹے کے بعد باہر نکلے۔ ۔ ۔ ۔ ان کے پاس ایک چھوٹا سا پیکٹ تھا۔ لفٹ سے اتر کر وہ اندر عمارت میں داخل ہوئے اور پھر ایک کمرے میں پہنچ کر انھوں نے لباس تبدیل کیا۔ لباس تبدیل کر کے انھوں نے پیکٹ سے مختصر سامان نکال کر اپنے سوٹ کے جیبوں میں رکھا اور پھر ہنڈرونگ کالج سے نکل آئے۔ عمارت سے تھوڑی دور پہنچ کر انھوں نے ایک ٹیکسی روکی۔ اور اس میں بیٹھ گئے۔

"برینتھ روڈ۔"

انھوں نے ڈرائیور کو حکم دیا اور ٹیکسی چل پڑی۔ ۔ بڑے میاں کے چہرے پر ایک عجیب سی سنجیدگی تھی۔ نہ جانے وہ کیا سوچ رہے تھے۔

راستے میں انھوں نے اپنی جیب سے ایک شیشی نکالی ۔ ۔ ۔ شیشی میں ایک کیپسول تھا جس میں عجیب سی چمک تھی۔ بڑے میاں نے کیپسول منہ میں ڈال لیا۔ ۔ اور پھر کافی دیر تک اس طرح منہ بنائے رہے جیسے انھیں شدید تکلیف برداشت کرنی پڑ رہی ہو۔

اس کے بعد ان کا چہرہ پرسکون ہو گیا۔ ۔ بریتھ روڈ میں داخل ہوتے ہی انھوں نے ڈرائیور کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور ڈرائیور نے ٹیکسی سڑک کے کنارے لگا دی۔ اور بڑے میاں نے پرس سے ایک نوٹ نکال کر اس کے حوالے کیا اور آگے بڑھ گئے۔

ڈرائیور تعجب سے نوٹ دیکھنے لگا۔ بڑے میاں کافی دور تک پیدل چلتے رہے پھر ایک جگہ رک کر انھوں نے چاروں طرف دیکھا۔

وہ کوٹھی ابھی کافی فاصلہ پر تھی۔ جس میں انھیں جانا تھا وہ پھر چلنے لگے۔ اب انھوں نے سڑک چھوڑ دی تھی۔ اور طویل چکر کاٹ کر چل رہے تھے۔

لیکن کوٹھی سے تھوڑی دور پہنچ کر وہ ٹھٹھک گئے۔ انھیں ایک آدمی نظر آیا جس کا انداز کچھ عجیب سا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کوٹھی کی نگرانی کر رہا ہو۔

بڑے میاں اسے دیکھتے رہے پھر وہ واپس پلٹ پڑے۔ اگر وہ اس راستے سے گزرتے تو ان کا دیکھ لیا جانا یقینی تھا۔ اور وہ کسی وجہ سے یہ نہیں چاہتے تھے۔

ویسے وہ سوچنے لگے تھے کہ یہ کون تھا۔

اس بار انھوں نے سڑک کی دوسری طرف سے ٹرائی کی۔ اس طرف سے

براہ راست کوٹھی کے عقب میں پہنچا جا سکتا تھا۔۔۔ لیکن یہاں بھی انھیں مایوسی ہوئی۔ اس طرف بھی چند آدمی موجود تھے۔

"یہ تو بڑی مصیبت ہے۔"

بڑے میاں نے سوچا۔ پوری کوٹھی تو ان لوگوں نے گھیر رکھی ہے۔ اب میری کہاں گنجائش ہے۔۔ وہ بڑبڑائے، پھر بولے۔

بہر حال راستہ پیدا کرنا ہی ہوگا۔ پھر وہ کچھ اور آگے بڑھے۔۔۔ اب وہ تینوں آدمی انھیں صاف نظر آنے لگے تھے جو چند پتھروں کی آڑ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے جسموں پر عمدہ لباس تھے۔ لیکن شاید وہ کافی دیر سے یہاں بیٹھے تھے اس لیے ان کے لباس شکن آلود ہو گئے تھے۔ بڑے میاں نے اپنی نظریں ان پر گاڑ دیں اور چند منٹ کے لیے۔ ان میں ایک بوکھلا کر اپنی جیب ٹٹولنے لگا۔ اس کی جیب سے اس کا قلم نکل رہا تھا اس نے لپک کر قلم پر ہاتھ مارا۔ لیکن وہ اچھل کر دور جا گرا۔ اس نے دوسرے ساتھی سے کچھ کہا۔ جسے بڑے میاں نہیں سن سکے۔ پھر وہ شخص آہستہ سے اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور اس نے پھر قلم پر جھپٹا مارا۔ لیکن قلم وہاں سے بھی اچھل کر اور دور جا گرا۔ اس کے ساتھ ہی دوسرے آدمی کی جیب سے پستول باہر نکل آیا۔

اور پھر تو ان لوگوں پر مصیبت ٹوٹ پڑی۔ کسی کی جیب سے پرس باہر نکل آیا تھا اور کسی کے سر سے فلیٹ ہیٹ اتر کر دوسرے کے سر پر پہنچ جاتی تھی۔ پھر قریب ہی ایک پتھر اپنی جگہ سے اڑ کر ان میں سے ایک کی کھوپڑی پر پڑا۔۔ اور وہ سب اٹھ کر بھاگنے لگے۔ انھوں نے پیچھے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔ پروفیسر ڈارک کا ہپناٹزم بالکل کامیاب رہا تھا۔

بڑے میاں کے چہرے پر شریر سی مسکراہٹ پھیل گئی - اور جب وہ لوگ نظروں سے اوجھل ہو گئے - تو وہ اپنی جگہ سے نکل آئے - اور عمارت کی پشت پر پہنچ گئے - یہاں ایک سپاٹ دیوار تھی جو کافی اونچی تھی - اس میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں سے اوپر چڑھا جا سکتا -

بڑے میاں نے اطراف کا جائزہ لیا اور پھر پنجوں کے بل جھکے اور اس کے بعد وہ اچھلے اور دوسرے لمحے وہ تقریباً تیس فٹ اونچی چھت پر پہنچ گئے - کیپسول کھانے سے ان کا وزن نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا - یہ کیپسول ناصر کی ایجاد تھا اور درندوں کی دنیا اور دھند میں تاریکیوں والے کیبن میں بھی ناصر نے اس سے کام لیا تھا -

اور پھر جب بڑے میاں چھت پر پہنچ گئے تو وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے - سپاٹ چھت تھی اس لیے کسی جگہ بھی دیکھا جا سکتا تھا - چنانچہ آہستہ آہستہ کنارے پر پہنچ گئے - نیچے لان تھا اور دوسری طرف عمارت کا صحن تھا - لان پر اترنے کے بعد انھیں صدر دروازے سے اندر داخل ہونا پڑا تھا - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - - - اس وقت کسی طرف سے ایک آدمی نکلا اور بڑے میاں جلدی سے آڑ میں ہو گئے - یہ پستہ قد جوگر تھا - - - - - اور یہ عمارت پروفیسر شاہ کی لیبارٹری تھی - بڑے میاں آگے بڑھ گئے - وہ چوروں کی طرح چھپتے چھپاتے لیبارٹری میں چل رہے تھے - اس وقت یہاں کوئی بھی نہیں تھا - چنانچہ انھیں اپنے کام میں کافی آسانی ہو رہی تھی -

تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک وہ لیبارٹری میں ایک ایک چیز کی تلاشی لیتے رہے انھوں نے عقبی دروازے کا میکنزم بھی دریافت کر لیا - ان کے خیال میں

اپنے ایک دوست عمران صاحب سے مل کر یہ تمام حالات بتادوں گی۔۔۔ اور ڈیڈی اس پر تیار ہوگئے۔۔۔۔ انھوں نے مجھے تم سے ملنے کی اجازت دیدی۔۔۔۔۔ لیکن فیڈرو نے یہ سب کچھ سن لیا تھا۔ چنانچہ اس نے میرے اور ڈیڈی کے ذہن کو اپنے تسلط میں کر لیا۔

وہ صرف آنکھوں سے ہپناٹائز کر لیتا ہے۔ لیکن خصوصیت یہ ہے ہپناٹائز ہونے والا اپنے شعور میں بھی رہتا ہے۔ وہ سب کچھ سوچ سکتا ہے۔۔۔۔ لیکن اس کی زبان۔ اس کے اعضاء صرف وہی کرتے ہیں جس کے لیے فیڈرو کا اشارہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔ چنانچہ جب تم پہلی بار ہمارے یہاں آئے تو میں تمھیں فوراً پہچان گئی۔ لیکن میری زبان نے تم سے اجنبیت کا اظہار کیا۔۔۔ یہ ہے کل داستان۔"

فریدہ نے کہا۔

عمران چند لمحے سکتے کے عالم میں رہا۔۔۔ فیڈرو اس کی نگاہوں کے سامنے مجرم تھا۔ لیکن وہ اس قدر خطرناک اور گہری سازش کر رہا تھا اس کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پھر وہ واقعات کی کڑیاں ملانے لگا۔ اور ایک ایک کڑی ملتی چلی گئی۔

فریدہ خاموشی سے عمران کی شکل دیکھتی رہی۔

"اب میرے چند سوالات کا جواب دو۔"

"ضرور۔ سب کچھ پوچھ ڈالو۔ اس وقت سے پہلے جب میں اس کے تسلط میں دوبارہ پہنچ جاؤں۔"

"نہیں فریدہ۔ اب ایسا نہیں ہو سکے گا۔"

عمران نے کہا۔

"مجھے خود حیرت ہے کہ آخر تم نے میرا ذہن کیسے آزاد کرا لیا۔"

"میں نے تمہارا ذہن نہ صرف آزاد کرایا ہے بلکہ اب وہ اس کے قبضہ میں کبھی نہیں جا سکے گا۔"

"مجھے تعجب ہے ۔ ۔ ۔ خیر چھوڑو ۔ ۔ ۔ تم کیا سوال پوچھنا چاہتے ہو۔"

نمبر ۱:۔ "رضوی کو کیوں قتل کیا گیا۔ اور کیا اس کے قتل میں پروفیسر کی رضامندی شامل تھی۔"

"ذرہ برابر نہیں ۔ ۔ ۔ بلکہ اس کے قتل پر تو ڈیاڑی کو سخت صدمہ ہوا تھا۔ وہ ان کا نہ صرف اسسٹنٹ تھا بلکہ ہونہار شاگرد بھی تھا۔ ڈیاڑی نے رضوی کو بہت کچھ سکھایا تھا۔"

"ہاں ۔ تو میں پوچھ رہا تھا کہ تم اس قتل پر روشنی ڈال سکتی ہو۔"

"میں بتا رہی ہوں ۔ ۔ یہ سب کچھ فیڈرو کی زبانی معلوم ہوا تھا ۔ ۔ ۔ ایک بات میں تمہیں اور بتا دوں ممکن ہے وہ تمہارے لئے دلچسپ ہو ۔ ۔ ۔ فیڈرو ہر دوسرے دن یا اس وقت جب کوئی بات اس کے پیٹ میں کلبلا رہی ہوتی تھی ہمارے ذہن آزاد کر دیتا تھا اور اس وقت ہم اس سے گفتگو کرتے تھے۔ اور وہ اپنے کارنامے سناتا تھا۔"

"ہوں۔" عمران نے گردن ہلائی۔

"ہم لوگوں سے فیڈرو کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے ہمیں اپنا غلام بنا لیا تھا۔ اور غلام بن جانے کے بعد ۔ ۔ ۔ ہم صرف اس کے ذہن سے سوچ سکتے تھے۔ اور ہماری اپنی صلاحیتیں بیکار ہو کر رہ جاتی تھیں۔ چنانچہ اس نے ہماری صلاحیتیں اپنے قبضہ میں کر لینے کے

بعد رضوی سے کام لینا چاہا۔ اس کا خیال تھا کہ رضوی ڈیڈی کا اسسٹنٹ ہونے کی وجہ سے کافی مدد دے سکے گا۔

اس کا یہ خیال غلط بھی نہیں تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رضوی کو چونکہ حقیقت نہیں معلوم تھی وہ ڈیڈی کے احترام کی وجہ سے اس کا بھی احترام کرنے لگا۔ ۔ ۔ ۔ اور ۔ ۔ ۔ ۔ اسے فیڈرو کے غیر قانونی کاموں میں حصہ لینا پڑا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ غیر قانونی کام غریب ۔۔ نوجوانوں کو پکڑوا کر ان پر تجربات کرنا تھا۔

ایک خاص قسم کا تجربہ جس کے ذریعہ وہ نوجوان بے انتہا طاقتور بنجاتے تھے ۔ ۔ ۔ اور ان کے دماغ بالکل ناکارہ ہو جاتے تھے وہ صرف وہی کر سکتے تھے۔ جو فیڈرو چاہتا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے بعد اس کی زندگی مشکل ہو جاتی تھی۔

بہرحال رضوی کو یہ کام سخت ناپسند تھا۔ چنانچہ ایک رات وہ بھاگ نکلا۔ فیڈرو کے تجربہ کے شکار ایک نوجوان نے فیڈرو کے اشارے پر اس کا تعاقب کیا اور اسے قتل کیا۔ "

فریدہ نے بتایا۔

"ہوں۔" ان نوجوانوں کو کس طرح پکڑا جاتا ہے۔"

ڈیڈی کا پہلے ایک گینگ تھا ۔ ۔ جس کا سردار ایک خطرناک آدمی جوگر ہے ۔ یہ شخص کہیں باہر سے آیا ہے اس کے گروہ میں ۳۰ ۔ ۳۲ آدمی ہیں ۔ اس وقت بھی یقیناً اتنے ہی لوگ ہوں گے ۔ بہرحال پہلے وہ ڈیڈی کا وفادار تھا اور اب فیڈرو کا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ممکن ہے اس کا ذہن بھی فیڈرو نے اپنے قبضہ میں کر لیا ہو۔ بہرحال نوجوانوں اس کے

آدمی اغوا کیے جاتے ہیں۔ "

"گوریلے کا کیا قصہ تھا۔ "

"وہ گوریلا جو ناصر کے جزیرے پر چھوڑا گیا تھا۔ "

"ہاں۔ "

"وہ فیاردو کا ایک تجربہ تھا۔ اس نے چڑیا گھر سے ایک بچہ چوری کرایا تھا اور اس پر تجربہ کر کے اسے ایک مکمل خوفناک گوریلا بنا دیا تھا پھر اسے کچھ انجکشن دیکر خونخوار بنا دیا گیا تھا۔ پھر ناصر کے جزیرے پر پہنچا دیا گیا۔ "

"اس کا مقصد کیا تھا۔ " عمران نے پوچھا۔

"صرف دہشت گردی۔۔ اس کا خیال تھا کہ وہ یہاں زیادہ سے زیادہ دہشت پھیلا کر پولیس اور دوسرے لوگوں کو الجھائے" اور اس دوران وہ اور اس کے آدمی اپنا کام کرتے رہیں۔ "

زیدہ نے بتایا۔ "وہ بے انتہا مغرور ہے۔۔۔ اپنے آگے سب کو ہیچ سمجھتا ہے۔۔۔۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ جب ضرورت محسوس کرے گا۔۔ تم لوگوں کو قتل کر دے گا۔ لیکن اگر اس نے ابھی تم لوگوں کو قتل کر دیا تو بقول اس کے کام کرنے کا لطف جاتا رہے گا۔ "

عمران نے گردن ہلائی۔ اور پھر بولا۔

"اور کوئی خاص بات جو رہ گئی ہو۔ "

"صرف ایک۔ "

"وہ کیا۔ "

"اب اسے خدشہ ہو گیا ہے کہ ڈیڈی کی لیبارٹری مخدوش ہو گئی ہے چنانچہ اس نے اب اپنا انتظام بھی شروع کر دیا ہے۔ "

"اندھا۔"

"ہاں۔ اس نے کچھ مشینیں منتقل بھی کر دی ہیں جن سے اسے کام میں زیادہ مدد مل سکتی ہے۔"

عمران کو نادر کے وہ الفاظ یاد آ گئے جو اس نے کہے تھے

"یہ نہیں معلوم ہو سکا وہ کہاں گیا ہے۔"

"نہیں یہ نہیں معلوم ہو سکا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس نے بتایا ہی نہیں۔ میرا خیال ہے وہ اس معاملہ کو بہت پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے۔"

فریدہ نے کہا۔

"ظاہر ہے۔ یہ اس کی ایٹمی کارروائیوں کا دار و مدار ہے۔"

اس کے بعد بھی کافی دیر تک عمران فریدہ سے مختلف معلومات حاصل کرتا رہا۔

پھر وہ خاموش ہو گئے۔

"اب میرے بارے میں تم فیصلہ کرو فریدہ۔ ۔ ویسے تم مجھ تک اتفاقاً تو نہیں آئی تھیں۔"

"نہیں۔ ۔ ۔ اس نے مجھے بھیجا تھا تاکہ میں تمہیں پھانس سکوں اس نے مجھے ہدایت کی تھی کہ میں ایسی گفتگو کروں جس سے تمہیں یہ اندازہ ہو جائے کہ ڈیڈی غلط راہوں پر نکل گئے ہیں۔ ۔ وہ کمبخت ڈیڈی کو پھنسانا چاہتا ہے۔"

فریدہ نے کہا۔

"تب پھر تم اپنے ڈیڈی کے پاس مت جاؤ فریدہ۔ ۔ ۔ ۔ وہ کسی بھی وقت تمہارے ذریعہ تمہارے ڈیڈی کو مجبور کر سکتا ہے۔ تمہیں

اس وقت تک ان کے پاس نہیں جانا چاہیے جب تک میں اس کا قلع قمع نہ کر دوں۔"

"میں تمھاری ہدایت پر عمل کروں گی۔ ۔ ۔ ۔ بے شک ڈیڈی نے ایک مذموم حرکت کی ہے۔ لیکن وہ اس کی کافی سزا بھگت چکے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ اور اب شرمندہ ہیں۔

میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اب جبکہ قدرت نے مجھے تمھارے پاس بھیج دیا ہے تم ڈیڈی کے لئے کچھ کرو۔"

"فکر مت کرو۔ ۔ ۔ میں پروفیسر صاحب کو بچا لوں گا۔

"میں تمھاری زندگی بھر مشکور رہوں گی عمران صاحب!"

فریدہ نے کہا اور اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔

عمران گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔

"یہ تہہ خانہ بالکل محفوظ ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن بہرحال تمھیں یہاں نہیں چھوڑوں گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بلکہ دوسری جگہ منتقل کروں گا۔ وہاں تمھیں اس وقت تک چپ چاپ رہنا ہوگا جب تک میں چاہوں۔"

اس نے کہا۔

"میں کہہ چکی ہوں کہ میں تمھاری ہدایت سے سرمو فرق نہیں کروں گی۔"

فریدہ نے اسے یقین دلایا۔

"ٹھیک ہے۔ اٹھو۔" عمران نے کہا۔ اور پھر وہ باہر نکل آیا۔

اس نے جوزف کو بلا کر وہ گاڑی نکالنے کے لئے کہا جو خاص خاص موقعوں پر استعمال ہوتی تھی۔

یہ گاڑی کیا۔ ۔ ۔ ۔ ایک ٹینک۔ ۔ ۔ یا انتہائی خطرناک

منحنیات بھی جا سکتی تھی ------ وہ پوری طرح بلٹ پروف تھی ---
اور عام گاڑیوں سے کہیں زیادہ تیز رفتار تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ رانا پیلس سے نکل گئے۔
باہر نکل کر عمران نے کار انتہائی رفتار پر چھوڑ دی۔ -- رات کافی گزر گئی تھی۔
سڑکیں سنسان تھیں۔ اس لئے اسے ڈرائیونگ میں کوئی دقت پیش نہیں آ رہی تھی۔

اس صورت میں اگر کوئی گاڑی اس کار کا تعاقب بھی کر رہی ہوتی تو شاید اس کے فرشتے بھی تعاقب برقرار نہیں رکھ سکتے تھے۔ اس لئے عمران نے تعاقب کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا۔

فریدہ عجیب سی نظروں سے گاڑی کا ڈائل دیکھ رہی تھی اور اس کا چہرہ اس کی تیز رفتاری پر دھواں ہو رہا تھا۔

رانا پیلس سے دانش منزل تک صرف پونے تین گھنٹے کا راستہ ثابت ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ دانش منزل میں داخل ہو گئے۔

"اتنی شاندار عمارتیں تمہارے استعمال میں ہیں۔"
فریدہ نے دانش منزل کو دیکھتے ہوئے کہا۔

لیکن عمران نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اسے لیکر ساؤنڈ پروف کمرے میں پہنچ گیا۔

"تمہیں یہاں رہنا ہوگا" اس نے کہا۔
"ساؤنڈ پروف ہے شاید۔"
فریدہ نے کمرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"ہاں۔ اور عام آدمی اسے کھول بھی نہیں سکتے ہیں۔"

"مگر کیا۔ میں یہاں اکیلی رہوں گی"

اس نے پوچھا۔

"اس کا انتظام بھی کرتا ہوں"

عمران نے کہا اور پھر وہ وہاں سے نکل آیا۔ اس نے جولیا کو فون کیا اور پھر اسی کمرے میں آگیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد جولیا اور صدیقی وہاں پہنچ گئے اور عمران انہیں ہدایات دے کر اور فریدہ کو تسلی دے کر باہر نکل گیا۔

---

یہاں مکمل طور پر کام بن سکتا تھا۔ ناصر کو ثبوت کی ضرورت تھی اور وہ ثبوت فراہم کرنا چاہتے تھے۔

دو گھنٹے کے بعد انھیں لیبارٹری کے صدر دروازے پر کچھ آہٹ سنائی دی۔ اور وہ اس کمرے میں چاروں طرف دیکھنے لگے جس میں وہ اس وقت موجود تھے۔ پھر ایک طرف کی دو چھتی ان کے کام آ گئی۔ اور وہ اچک کر دو چھتی پر چڑھ گئے۔

اندر داخل ہونے والے کئی آدمی تھے اور ان میں وہی ناصر کے بتلائے ہوئے حلیے یعنی چپٹی ناک والا آدمی بھی موجود تھا۔ بڑے میاں غور سے اسے دیکھنے لگے۔ یہی شخص تھا جس نے ناصر اور عمران کو پریشان کر رکھا تھا۔ بڑے میاں کا دل چاہا کہ گلدان اٹھا کر پوری قوت سے اس کے سر پر توڑ دیں۔ لیکن انھوں نے صبر سے کام لیا

اس کے ساتھ دوسرے تین آدمی بھی تھے جن میں وہی ایک لمبے قد والا گرگ تھا جسے یہاں بڑے میاں نے داخل ہوتے وقت دیکھا تھا۔ چپٹی ناک والا کچھ غصہ میں نظر آ رہا تھا اور پھر وہ اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو۔۔۔ مخاطب کر کے ڈانٹنے لگا۔ وہ کسی کام کے غلط ہو جانے پر اسے سخت سست کہنے لگا تھا۔

بڑے میاں نے جلدی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک ننھا سا لیکن کافی حساس ٹیپ ریکارڈ نکالا۔ اور اسے آن کر دیا۔ وہ خود بھی غور سے ان کی گفتگو سن رہے تھے۔

گفتگو کافی معنی خیز تھی۔ کافی دیر تک چپٹی ناک والا اپنے ساتھیوں پر برستا رہا اور پھر وہ سب باہر نکل گئے۔ بڑے میاں نیچے اتر آئے

اب وہ چپٹی ناک والے کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔ چنانچہ وہ انتہائی احتیاط سے اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رات کافی گزر گئی تھی۔ لیکن بڑے میاں اسی طرح چاق و چوبند تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد چپٹی ناک والا اس کوٹھی کی دوسری عمارت میں داخل ہو گیا۔ یہاں اس نے پروفیسر عابد کو جگایا۔ اور پھر اس سے گفتگو ہونی۔

بڑے میاں نے ٹیپ ریکارڈ آن کر دیا۔۔ وہ دروازے کے پاس ہی کھڑے تھے۔ یہاں انھیں عمران کا نام بھی سنائی دیا۔ کسی فریدہ کو عمران کو۔۔ پھانسنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

ان دونوں کے باہر نکلنے کے ساتھ ہی بڑے میاں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور پھر وہ ان دونوں کے پیچھے چل پڑے۔ چپٹی ناک والا پھر لیباریٹری کے اندر داخل ہوا۔ اندر کئی آدمی سامان پیک کرنے میں مشغول تھے پھر وہ سامان اس عقبی دروازے سے باہر بھیجا جانے لگا۔ جس کو بڑے میاں پہلے ہی تلاش کر چکے تھے۔ بڑے میاں نے دوسری جیب سے ایک نفیس کیمرہ نکالا جس کی لمبائی چوڑائی ڈیڑھ انچ سے زیادہ نہیں تھی۔ اور وہ ان لوگوں کی فلم بنانے لگے لیکن اب دقت یہ تھی کہ وہ اس سامان کو باہر جاتا کیسے دیکھتے۔ چنانچہ موقع پاکر ایک بار پھر وہ باہر کھسک آئے۔ اور چھپ سکنے کے بعد وہ چھت پر پہنچ گئے۔ یہاں سے دوسری طرف کا منظر صاف نظر آتا تھا۔

بڑے میاں اوندھے لیٹ کر دیوار کے نیچے ہونے والی کارروائی دیکھنے لگے۔۔۔ یہاں ایک بڑا ٹرک موجود تھا اور عقبی دروازے سے سامان نکال نکال کر اس پر لوڈ کیا جا رہا تھا۔ بڑے میاں کا کیمرہ چالو تھا اور وہ تاریکی میں ان کی فلم بنا رہے تھے۔ یہ کیمرہ خاص ساخت کا تھا جس میں

الٹ پلٹ لینے لگے ہوئے تھے۔ سامان کی منتقلی میں کافی دیر لگی۔ اس عرصہ میں بڑے میاں اپنے دوسرے اقدام پر غور کرتے رہے۔

حالات کے تحت بالکل صاف ظاہر ہوتا تھا کہ یہ سامان کسی خاص جگہ لے جایا جا رہا ہے۔ اور وہ خاص جگہ یقیناً دوسروں کی نظر سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چنانچہ اس کا پتہ لگانا ضروری تھا۔

مگر کس طرح؟

یہاں اس کی کوٹھی میں اب اس کا کوئی کام نہیں رہ گیا تھا۔ اس لئے بڑے میاں کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ لیکن اس کے لئے شرط یہ تھی کہ۔۔ ٹرک کے پچھلے حصہ میں کوئی نہ ہو۔

ٹرک پر سامان لاد دیا گیا۔ اور پھر اسے ایک موٹی ترپال سے چاروں طرف سے ڈھک دیا گیا۔

بڑے میاں نے گرگٹ کی طرح گردن ہلائی۔ ان کے خیال میں اب وہ لوگ چلنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ شکر کی بات یہ تھی کہ ٹرک کے پچھلے حصہ میں کوئی نہیں چڑھا تھا۔ بڑے میاں نے احتیاط سے کیمرہ جیب میں رکھا اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔

اسی وقت ٹرک اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ اور بڑے میاں تیار ہو گئے۔ نیچے دوسرے لوگ بھی موجود تھے لیکن یہ خطرہ تو مول لینا ہی تھا۔ بڑے میاں کے ذہن میں ان لوگوں کے خلاف ثبوت حاصل کرنے کا جنون سوار تھا۔ انہیں ناصر کی پریشانی کھل رہی تھی۔ اور ناصر کے لئے وہ اپنے جسم کا ایک ایک رواں کاٹ کر دے سکتے تھے۔ ناصر انہیں اپنی زندگی سے زیادہ عزیز تھا۔ اس نے بڑے میاں پر ایک ایسا ہی احسان کیا تھا۔ بہرصورت

---

۱؎ بڑے میاں ناصر سے کس طرح اور کہاں ملے۔ انشاء اللہ اس سلسلہ میں مکمل کہانی کسی ناول میں پیش کی جائے گی۔ (ایچ۔ اقبال)

ٹرک اسٹارٹ ہو گیا۔ اور جیسے ہی وہ آگے رینگا۔ بڑے میاں نے چھت سے چھلانگ لگا دی۔ ۔ ۔ وہ کسی پھرتیلی بلی کی طرح چاروں ہاتھوں پیروں سے ترپال پر کود گئے۔ اور پھر جلدی سے ایک طرف لڑھک گئے۔ تاکہ اس خلا سے دیکھ نہ لئے جائیں۔ جو ڈرائیور کی سیٹ کی پشت پر ہوتا ہے۔ ۔ ۔ بڑے میاں نے جو کیپسول کھایا تھا اس کی تاثیر سے بڑے میاں کے لیے سب کچھ ممکن تھا۔

پھر وہ سانس روکے ترپال پر لیٹے رہے اور چند منٹ کے بعد انھیں یقین ہو گیا کہ نہ تو انھیں دیکھا گیا ہے اور نہ ہی ڈرائیونگ سیٹ پر کوئی آہٹ سنی گئی ہے۔ چنانچہ وہ اطمینان سے ترپال پر بیٹھے رہے۔ اور راستوں کو ذہن نشین کرتے رہے۔

تقریباً آدھے گھنٹہ تک مسلسل دوڑتا رہا۔ اور پھر اس کی رفتار سست ہونے لگی۔ وہ کسی عمارت میں داخل ہو رہا تھا۔ بڑے میاں تیار ہو گئے۔ ظاہر ہے سامان اتارنے والے اب اس طرف آنے والے تھے۔ انھیں وہ عمارت نظر آئی جس میں ٹرک داخل ہو رہا تھا۔

عمارت میں چاروں طرف درخت اور جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ وہ کوئی بوسیدہ اور پرانی عمارت تھی۔ چھپنے کے لیے یہاں بہت سی جگہیں تھیں۔ ۔ ۔ لیکن ٹرک سے اترنے کا مسئلہ بڑا ٹیڑھا تھا۔ بڑے میاں کوشش کر کے کھڑے ہو گئے۔ اور انھوں نے ٹرک کا اوپری حصہ پکڑ لیا۔ دوسرے لمحے وہ کنارے سے لٹک گئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور پھر قرب و جوار میں کوئی موجود بھی نہیں تھا۔ اس لئے بڑے میاں کامیاب رہے۔ اور جیسے ہی ٹرک رکا وہ چھلانگ لگا کر نیچے پہنچ گئے۔ اور پھر انھوں نے ایک گھنی جھاڑی میں پناہ لے۔ ان کا کیمرہ پھر جیب سے نکل آیا اور کام

کرنے لگا۔

چند منٹ کے بعد کئی آدمی عمارت سے باہر آئے اور ترپال ہٹا کر سامان اتارا جانے لگا۔۔۔ بڑے میاں بدستور اپنی جگہ چھپے رہے اور پھر جب ٹرک کا تمام سامان اتر گیا تو وہ دوبارہ اسٹارٹ ہو کر عمارت کی پشت کی طرف چلا گیا۔

"گویا اس طرف اس کا گیراج ہے۔"

بڑے میاں نے سوچا۔

وہاں انھیں کافی دیر تک رکنا پڑا۔ اور جب باہر ایک بھی آدمی موجود نہیں رہا تو بڑے میاں نے اپنی جگہ سے نکلنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن اس وقت انھیں گیٹ سے کسی کار کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں۔ اور وہ اپنی جگہ چھپ گئے۔

کار اندر آ گئی اور اس میں سے تین آدمی نیچے اترے۔ ان میں ایک فیڈرو تھا۔ دوسرا پروفیسر عابد تھا۔ اور تیسرا جوگر تھا۔ فیڈرو اور پروفیسر اندر چلے گئے اور جوگر کار لیکر عمارت کی پشت کی طرف چل پڑا۔

بڑے میاں نے گردن ہلائی۔ اور اپنی جگہ سے نکل آئے پھر وہ جھاڑیوں کے سہارے عمارت کی پشت پر پہنچ گئے۔ اور وہاں سے دوسری طرف نکل آئے۔ وہ پوری عمارت کا اچھی طرح جائزہ لینا چاہتے تھے۔

تقریباً بیس منٹ میں وہ اپنے کام سے فارغ ہو گئے اور پھر وہ عمارت میں داخل ہو گئے۔

عمارت کا باہر سے جائزہ لینے کے دوران انھوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ انھیں اندر داخل ہونے میں کس طرف سے آسانی ہو گی

یہ ایک چھوٹی بغیر کواڑوں کی کھڑکی تھی جو زمین سے تقریباً پندرہ فٹ اونچی تھی۔ کھڑکی کے نیچے ایسی کوئی چیز نہیں تھی جس کے ذریعہ اوپر پہنچا جا سکے۔ لیکن اس وقت بڑے میاں کو کسی ایسی چیز کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ انھوں نے قرب وجوار میں دیکھا اور پھر پیچھے ہٹ کر اوپر چھلانگ لگائی۔ اندازہ ذرا زیادہ ہی ہوگیا تھا اس لئے وہ کھڑکی سے کافی اوپر پہنچ گئے اور دوبارہ نیچے آگئے۔ لیکن دوسری چھلانگ اندازے کے مطابق ہی رہی۔ اور وہ کھڑکی پر پہنچ گئے۔ دوسرے لمحہ وہ کھڑکی میں بیٹھے بندر کی طرح دانت نکال رہے تھے۔ انھوں نے دوسری طرف کا جائزہ لیا۔ وہ ایک کمرہ تھا جس میں گرد و مٹی کے علاوہ کچھ اور نہیں تھا۔ کمرے کا دوسری طرف کا دروازہ بھی نہیں تھا۔ سامنے راہداری نظر آرہی تھی۔ بڑے میاں اس دروازے سے نکل کر باہر نکل آئے۔

پچھلی منزل میں روشنی بھی تھی۔ اور بات چیت کی آوازیں بھی آرہی تھیں۔ بڑے میاں پاؤں دبا کر چلتے رہے تاکہ آواز پیدا نہ ہو سکے۔ لیکن ان کے چلنے سے ویسے بھی کسی آواز کے پیدا ہونے کا خطرہ نہیں تھا کیونکہ اس وقت ان کا کوئی وزن نہیں تھا۔

پھر وہ نیچے اترنے کا زینہ تلاش کرنے لگے حالانکہ اس وقت انھیں کسی زینے کی ضرورت نہیں تھی۔ تاہم احتیاط بھی ضروری تھی۔ وہ ایک راہداری سے گزر کر دوسری راہداری کے قریب پہنچے۔ یہاں نیچے اترنے کا زینہ تھا لیکن اچانک انھیں عجیب قسم کی آواز سنائی دی اور وہ چونک کر رہ گئے۔ دوسرے لمحے سائلنسر لگا ہوا پستول ان کے ہاتھ میں آگیا اور وہ آواز کی سمت کا اندازہ کرنے لگے۔

آواز پھر آئی تو انھیں سمت معلوم ہوگئی۔ یہ آواز راہداری

کے پہلے کمرے سے آرہی تھی۔ وہ کمرے کے قریب پہنچ گئے۔ یہ ایک بہت بڑا اور مضبوط دروازہ تھا۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوئی اس دروازے کو کھرچ رہا ہے۔

بڑے میاں کو شدید حیرت ہوئی۔ وہ کوئی ایسی جگہ تلاش کرنے لگے جہاں سے کمرے کے اندر دیکھا جاسکے۔ اور ایسی جگہ تلاش کرنے میں انھیں کوئی خاص دقت نہیں ہوئی۔ ایک طرف ایک کھڑکی لگی ہوئی تھی جس میں ٹوٹی ہوئی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔

بڑے میاں نے کھڑکی سے اندر دیکھا اور پھر ایک دم ٹھٹھک کر رہ گئے۔ اندر چار پانچ انسانی سائے نظر آرہے تھے۔ چونکہ تاریکی تھی اس لیے سائے صاف نظر نہیں آرہے تھے۔ انھوں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر جیب سے ایک عجیب ساخت کی ٹارچ نکالی۔ اور ٹارچ کی روشنی اندر کمرے میں ڈالی۔ اور بڑے میاں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

وہ پانچ آدمی تھے۔ لیکن کیا وہ انسان تھے۔ ان کے جسم پر چیتھڑے جھول رہے تھے۔ بظاہر وہ سو فیصدی انسان تھے لیکن ان کے چہرے دیکھ کر بڑے میاں کی گھگی بندھ گئی۔ بمشکل تمام ان کی سانس قابو میں آئی۔ اور مشکل سے وہ ٹارچ سنبھال سکے۔

پھر وہ تیزی سے زینے کی طرف بڑھنے لگے۔ کوئی بھی ہوں وہ بھوت نہیں ہو سکتے تھے۔ بھوت ہوتے تو بڑے میاں کو اس طرح نہ چھوڑ دیتے۔

ہمت کر کے وہ پھر آگے بڑھے۔ نیچے کئی کمروں میں روشنی تھی۔ اور وہ ان کمروں کا جائزہ لینا چاہتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے سب سے پہلے کمرے میں کی ہول سے اندر جھانکا۔ اندر ایک صوفے پر پروفیسر عاشد

اندر فیچرز بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے صوفے پر جوگر بھی تھا۔ بڑے میاں نے گردن ہلائی اور آگے بڑھنے لگے۔ پھر وہ دوسرے کمروں کا جائزہ لیتے ہوئے بیکانی دور نکل آئے۔ اس وقت وہ ایک کمرے کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ کہ اچانک ایک طرف سے قدموں کی آواز سنائی دی۔ اور وہ اچھل پڑے۔

انھوں نے گھبرائے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھا اور پھر چھپنے کی کوئی جگہ نہ پاکر اسی دروازے میں گھس گئے جس کے قریب کھڑے تھے۔ انھیں نہیں معلوم تھا کہ اس کمرے میں کیا ہے جس میں وہ کھڑے ہیں۔ قدموں کی آہٹ اسی کمرے کے سامنے آ رکی۔ اور بڑے میاں کواڑوں کے بالکل نزدیک کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے سانس روک لی تھی۔ تاکہ اس کی بازگشت نہ سنائی دی جائے۔

پھر وہ دروازہ کھلنے لگا جس کے پیچھے وہ کھڑے تھے۔



"ہیلو!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں عمران بول رہا ہوں۔"

"یس عمران صاحب۔ خیریت۔"

ناصر نے پوری طرح متوجہ ہو کر کہا۔

"کیا کر رہے ہو۔"

"لیبارٹری میں مصروف ہوں۔"

ناصر نے جواب دیا۔

"تمام مصروفیتیں چھوڑ کر یہاں آجاؤ۔"

"کہاں۔"

"فلیٹ پر۔" "میں انتظار کر رہا ہوں۔"

عمران نے کہا۔ لیکن اوپر آنے کے لئے عقبی راستہ استعمال کرنا۔"

"بہتر ہے۔" "ابھی حاضر ہوا"

ناصر نے جواب دیا۔

دوسری طرف سے فون بند ہو گیا۔ ناصر کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ ضرور کوئی خاص بات تھی۔ ممکن ہے وہ پروفیسر ڈارک سے متعلق ہو۔ پروفیسر ڈارک کل اسی وقت سے غائب تھے جب وہ جزیرے سے آئے تھے۔

ناصر نے ہر ممکن جگہ انھیں تلاش کر لیا تھا لیکن بڑے میاں کا کہیں --- پتہ نہیں تھا۔ ------ اور اب ناصر ان کے لئے پریشان ہو رہا تھا۔۔۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بڑے میاں کہاں جا سکتے ہیں۔ --- یا وہ انھیں کہاں تلاش کرے۔۔ اس وقت بھی لیبارٹری میں بیٹھا ہوا وہ یہی سوچ رہا تھا کہ --- عمران کا فون آیا۔

پھر وہ نیچے آیا جہاں اس نے لباس تبدیل کیا۔۔۔۔ اور پھر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر بنڈ ونگ کا نج سے نکل آیا۔

کل کے حملہ کے بعد سے وہ محتاط ہو گیا تھا۔۔۔۔ چنانچہ راتوں رات اس نے گاڑی میں کچھ تبدیلیاں کر دی تھیں۔

اور ان تبدیلیوں میں وہ آلہ بھی تھا جو تعاقب سے باخبر کر دیتا تھا۔

ناصر کی کار تیز رفتاری سے جا رہی تھی لیکن سراغرساں آلہ خاموش تھا اس کا مقصد تھا کہ تعاقب نہیں ہو رہا ہے۔ اس لئے وہ اطمینان سے چلتا رہا۔

اور پھر عمران کے فلیٹ کی پشت والی گلی میں اس نے کار روک دی۔ اور نیچے اتر آیا۔

عقبی زینوں سے گزر کر وہ اوپر پہنچ گیا۔ کال بیل بجانے پر سلیمان نے دروازہ کھول دیا اور وہ اندر داخل ہو گیا۔

عمران ایک صوفے پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔

"ہیلو۔ عمران صاحب۔"

ناصر نے کہا اور عمران چونک گیا۔

"کیا رات نہیں سوئے تھے آپ"

ناصر مسکرا کر بولا۔

"یہی سمجھ لو۔"

"ضرور کوئی خاص بات ہے۔"

"بلکہ خاص باتوں کی صدالدف صاحب سمجھ لو۔"

"آپ نے لفظ کی "" استعمال کیا ہے اس لئے آپ انھیں والدہ صاحبہ کہہ سکتے ہیں۔"

ناصر پر مذاق لہجہ میں بولا۔

"آئے ہائے۔ تمھیں بھی لفظوں کی درستگی کا دورہ پڑ گیا۔"

عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"آپ کی صحبت میں کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی چاہیئے ۔۔۔۔ خیر۔ اب کام کی باتیں شروع کر دی جائیں ۔۔۔۔ آپ نے مجھے کسی خاص کام کے لئے بلایا ہے۔"

ناصر نے کہا۔

"بالکل۔"

عمران سنجیدہ ہو گیا۔ پھر کہنے لگا۔

"یوں سمجھ لو کہ تمام عقدہ حل ہو گیا ہے اور اس انکشاف کی روشنی میں ہمیں فیصلہ کرنا ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔"

ناصر خاموشی سے عمران کی شکل دیکھتا رہا۔

"اب میں داستان حیرت ناک۔ اور حیرت کان شروع کرتا ہوں غور سے سنو اور عبرت پکڑو۔"

عمران نے کہا۔

اور پھر وہ شروع سے ناصر کو تفصیل بتانے لگا۔ کہ کس طرح وہ کس ارادے سے نکلا تھا اور راستے کہاں فریدہ مل گئی ۔۔۔۔ اور پھر اس نے کس طرح فریدہ کے ذہن کو صاف کیا۔ اور فریدہ نے کیا کہانی سنائی۔

ناصر کا چہرہ شیشے کی طرح چمکنے لگا۔ اور وہ عمران کی باتیں غور

سے سننے لگا۔

ایک ایک بات روشن ہو رہی تھی۔۔۔ اور جب عمران خاموش ہوا تو ناصر کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیلے ہوئے تھے۔

"وہ بزدل ہے عمران صاحب۔۔۔ اگر اسے ایسا ہی کرنا تھا تو کم از کم مجھے آگاہ کر دینا چاہیے تھا۔۔۔ پھر میں اسے دکھاتا کہ سائنس کیا چیز ہوتی ہے۔"

"بہر حال پروفیسر کی طرف سے میرا دل صاف ہے کیونکہ اسے اپنے کیے کی سزا مل گئی ہے۔۔۔ قانون اس سلسلہ میں کیا کہتا ہے مجھے اس سلسلہ میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں نے اسے معاف کر دیا ہے لیکن پاگل فیڈرو!!!

وہ میرا حریف ہے۔ اور اب سامنے آگیا ہے۔ چنانچہ میں اسے مقابلے کا پورا پورا موقع دوں گا۔"

ناصر کہتا رہا۔

"نہیں ناصر یہ مناسب نہیں ہوگا۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ فیڈرو کیا۔ اس جیسے دس سائنس دان بھی سامنے آجائیں تو تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔۔۔ فیڈرو الفانسو کے تلوؤں کی خاک بھی نہیں ہے تم نے الفانسو جیسے آدمی کو شکست فاش دی ہے۔۔۔ چنانچہ فیڈرو کا مستقبل بھی میرے سامنے ہے۔۔۔ لیکن یہ ہمارا ملک ہے ان دونوں کے مقابلے میں نہ جانے کتنے بے گناہ مارے جائیں گے۔ تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ فیڈرو غریب لوجوانوں کو پکڑ کر ان پر۔۔۔ تجربات کرتا ہے اور وہ جانوروں کی طرح ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے

خبردار ہو گیا اپنے کام کے لئے ان جیسے نہ جانے اور کتنے نوجوانوں کی ضرورت پڑے گی۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ نوجوان کون ہو سکتے ہیں؟۔۔ ہمارے ہی ملک کے آدمی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بے قصور۔۔۔۔ اور بے گناہ۔

"اگر ہم اس کی فوج کی حیثیت سے انھیں قتل بھی کر دیں تو کیا ہمیں غم نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ صرف اصلی حریف پر ہاتھ ڈالا جائے۔۔۔۔۔ دوسرے لوگوں کو کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیئے۔۔"

ناصر سر جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔

"آپ کا کہنا بھی ٹھیک ہے۔ پھر اب کیا کیا جائے۔۔"

"میں تم سے مشورہ ضروری سمجھتا تھا۔۔۔۔ میرے خیال میں محکمہ سراغرسانی کے کیپٹن فیاض کو پکڑا جائے۔۔۔۔۔ اس سے پولیس فورس بلوائی جائے۔ اور ہم اچانک پروفیسر کی لیبارٹری پر چھاپہ ماردیں۔۔"

"عمران صاحب!۔۔"

ناصر عجیب انداز میں بولا۔ "پروفیسر کی لیبارٹری کے پاس میرے چند آدمی موجود ہیں۔۔۔۔۔ پہلے میں ان سے وہاں کے حالات معلوم کر لوں۔۔"

"تمہارے آدمی؟۔۔"

عمران نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔۔"

ناصر نے مختصراً کہا۔

پھر اس نے جیب سے ایک ٹرانسمیٹر نکال کر۔ اس کی راڈ باہر کھینچی۔ اور کسی کو کال کرنے لگا۔

چند سکنڈ بعد۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

"گرے اینڈ سنز"

"بریتھ روڈ کوٹھی کی کیا رپورٹ ہے۔"

ناصر نے پوچھا۔

"اوہو جناب۔ ابھی ان لوگوں نے ایک عجیب اطلاع دی ہے"

دوسری طرف سے جواب ملا۔

"کیا"

ناصر چونک پڑا۔

رات کو وہ حسب دستور نگرانی کر رہے تھے کہ اچانک ان میں سے ایک کا قلم اس کی جیب سے نکل کر دور جا گرا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ اسے اٹھانے کے لئے لپکا، تو وہ اور دور جا گرا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر ایک ۔ ۔ ۔ کی جیب سے پستول خود بخود نکل گیا۔ پھر اس طرح ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔

کسی کے سر سے ہیٹ اڑ کر دوسرے کے سر پر پہنچ جاتی تھی۔ تو کسی کا پرس نکل جاتا تھا۔

وہ لوگ کافی دیر تک برداشت کرتے رہے پھر خوف زدہ ہو کر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

ناصر کے چہرے پر اضطراب نمایاں ہو گیا۔ "یہ کب کی بات ہے۔" اس نے جلدی سے پوچھا۔

"رات کو جناب۔"

"اور مجھے اب اطلاع مل رہی ہے۔"

ناصر خوفزدہ لہجہ میں بولا۔

"م... معاف کیجیے گا جناب۔ وہ دراصل۔" لیکن ناصر نے پوری بات سنے بغیر ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ اس کی آنکھوں میں فکر کے آثار نظر آنے لگے۔ اور عمران تعجب سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا۔"

"اوہ۔ عمران صاحب! پروفیسر کل سے غائب ہیں۔ دراصل میں نے ان سے تذکرہ کر دیا تھا کہ فیباڑو کے خلاف ثبوت نہیں مل رہے ہیں بس وہ بات انھیں لگ گئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ عقبی حصہ سے کسی طرح عابار کی کوٹھی میں داخل ہو گئے ہیں۔ لیکن ابھی تک ان کا پتہ نہیں چلا ہے۔"

پھر ناصر مختصراً واقعات سنانے لگا۔

عمران گردن جھکائے سنتا رہا۔ ویسے بلیک زیرو بھی وہاں پر موجود تھا۔ لیکن اس نے کسی خاص جدوجہد کی کہانی نہیں سنائی تھی۔

اس لیے عمران کچھ نہیں بولا۔

"اب کیا پروگرام ہے۔"

ناصر نے پوچھا۔

"میں اپنا پروگرام بتا چکا ہوں۔ اگر تم اس میں مزید کچھ ترمیم کرو تو بتاؤ۔"

عمران نے کہا۔

"نہیں۔ ٹھیک ہے" ناصر نے کہا اور عمران گردن جھکا کر فون

کے قریب جا پہنچ گیا۔ اس نے فیاض کے نمبر ڈائل کیئے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ [illegible] دوسری طرف سے فیاض کی آواز سنائی دی۔



"کیپٹن فیاض؟"

"جنرل عمران۔" عمران نے کہا۔

"اوہ۔ جنرل صاحب آ رہا ہے؟ خیریت۔" فیاض نے پوچھا۔

"تمہیں منیجر بنانے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔" عمران نے جواب دیا

"شکریہ۔"

"کیا کر رہے ہو۔"

"زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں۔"

"کیوں۔ کیا سیکریٹری لفٹ نہیں دے رہی ہے؟" عمران نے پوچھا

"سامنے موجود ہے۔۔۔ بہرحال منیجر بنانے والی کیا بات تھی۔"

فیاض نے پوچھا۔

"غور سے سنو ڈیئر۔ تقریباً پچاس مسلح سپاہیوں کو لیجا کر۔ پروفیسر جابر کی کوٹھی کو چاروں طرف سے گھیر لو۔ ۔ ۔ میں بھی پہنچ رہا ہوں۔ یہ کام تم کتنی دیر میں کر لوگے۔"

"کیا کہہ رہے ہو۔" فیاض حیرت سے بولا۔

"منیجر بننے کا راز بتا رہا ہوں۔ دیر کرو گے تو نقصان ہو جائے گا۔"

"کیوں مروا رہے ہو یار۔ وہ بہت بڑا آدمی ہے۔"

فیاض نے کہا۔

تم اس سے بڑے آدمی بن جاؤ گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ؟ ۔ ویسے اب وقت مت ضائع

جو کہ تیز ڈرائیونگ کا عادی تھا اور وہ بڑی تیز رفتاری سے کار دوڑا رہا تھا اور بڑے میاں اندر بیٹھے حالات پر غور کر رہے تھے۔ انھوں نے ناصر کے لیے کافی مواد جمع کر لیا تھا اب مزید ثبوت کی ضرورت نہیں تھی۔ ناصر ان لوگوں پر بہ آسانی ہاتھ ڈال سکتا تھا۔ وہ سوچتے رہے اور کار دوڑتی رہی۔ اور نہ جانے کب ان کی آنکھ جھپک گئی۔ رات کافی گزر گئی تھی۔ اور کار کے ہچکولوں نے خواب آور گیس کا کام کیا تھا۔ اس لیے بڑے میاں نیند پر قابو نہ پا سکے۔ اور وہ اطمینان سے سوتے رہے۔ اور جب آنکھ کھلی تو عجیب سی گھٹن کا احساس ہوا۔ انھوں نے حیرانی سے ماحول دیکھا۔ کار کے ڈکے ہی میں تھے لیکن کار چل نہیں رہی تھی۔ انھوں نے جلدی سے ڈکا کھول دیا اور نیچے اتر آئے۔ چاروں طرف تاریکی تھی اور ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ چند قدم چلے اور پھر انھوں نے ٹارچ نکالی۔ ٹارچ کی روشنی چاروں طرف پھیل گئی۔ اور وہ اپنے آپ پر لعنت بھیجنے لگے۔ وہ گیرج میں بند تھے۔

لعنت ہے اس نیند پر۔ تمام کام ہی چوپٹ ہو گیا۔ وہ بڑبڑائے۔ اور گیرج کے دروازے پر پہنچ گئے۔ باہر گفتگو کرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ انھوں نے اس پر کان لگا دیا۔ لیکن الفاظ صاف سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔ انھوں نے دروازے کو آزمایا۔ کافی مضبوط دروازہ تھا۔ اور باہر سے بند تھا۔

بڑی پریشانی میں تھے۔ نہ جانے کس جگہ پھنس گئے تھے۔ ریوالور موجود تھا تاکہ گولی مار کر بھی کھولا جا سکتا تھا لیکن باہر لوگ موجود تھے۔ نہ جانے وہ کتنے تھے اور نہ جانے یہ گیرج کس جگہ واقع ہوا تھا۔ اس وقت ان کے پاس ان لوگوں کے خلاف زبردست ثبوت موجود تھے۔ اس لیے وہ کوئی رسک لینا نہیں چاہتے تھے۔ چنانچہ پھر وہ کار کے قریب جا پہنچے۔ اب تو

ان کے دور چلے جانے کے بعد بڑے میاں اپنی جگہ سے نکلے اور اسی کمرے میں پھر داخل ہوئے۔۔۔ ذرا سی کوشش سے دیوار گھوم گئی۔ وہ کسی آسان میکنیزم سے گھومتی تھی۔ اور بڑے میاں اندر داخل ہو گئے۔ لیکن اندر قدم رکھتے ہی انہیں لپک کر ایک آڑ میں ہو جانا پڑا۔ یہ بہت طویل اور عریض کمرہ تھا۔ جس میں درجنوں مشینیں دور تک لگی ہوئی تھیں اور ان پر درجنوں آدمی کام کر رہے تھے چاروں طرف سائنسی تجربات ہو رہے تھے۔ ایپیرن پہنے ہوئے کام کرنے والوں کی تعداد ۲۵-۳۰ سے کم نہیں تھی۔ اور وہ سب مقامی آدمی تھے۔

بڑے میاں منہ پھاڑے یہ سب چکر دیکھتے رہے۔ پھر انھوں نے جیب سے کیمرہ نکالا۔ اور اپنا کام شروع کر دیا۔ جس جگہ وہ کھڑے تھے وہ بڑی محفوظ تھی۔ اور کسی بھی وقت انھیں دیکھا جا سکتا تھا۔ لیکن وہ اپنی دھن میں مست تھے۔ وہاں کی پوری فلم اتار لینے کے بعد وہ اپنی جگہ سے کھسکے اور بآہستگی باہر نکل آئے۔ اب اس سے زیادہ کیا ثبوت فراہم کئے جا سکتے تھے۔ ان کا پورا کارخانہ ان کی جیب میں پہنچ گیا۔

اب معاملہ یہاں سے نکلنے کا تھا۔ وہ کمروں سے نکل آئے اور پھر وہ اس طرف چل پڑے جہاں کار اور ٹرک پارک کئے گئے تھے۔ یہاں بھی قسمت نے ساتھ دیا۔ جو گراس کار میں بیٹھ رہا تھا جس میں فیاض وغیرہ آئے تھے۔ وہ شاید کہیں جا رہا تھا۔

بڑے میاں نے ایک لمحہ کے لئے سوچا اور پھر وہ کار کی طرف چلے۔ انھوں نے ڈکی کو آزمایا۔ اور وہ کھل گیا۔ اسی وقت کار اسٹارٹ ہو گئی اور بڑے میاں گرتے گرتے بچے مگر وہ بے وزنی کے عالم میں تھے۔ اس لئے انھیں زیادہ دقت نہیں ہوئی اور وہ ڈکی میں بیٹھ گئے۔ کار عمارت سے باہر نکل آئی